

تہذیب و ثقافت پر تصوف کے اثرات: پنجاب کی خانقاہوں کا تنقیدی مطالعہ

**The Impact Of Sufism on Civilization and Culture: A
Critical Study Of The Khanqahs Of Punjab**

(مقالہ برائے ایم فل، علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

مدیحہ محبوب

ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: 25-Mphil/IS/F22



شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

تہذیب و ثقافت پر تصوف کے اثرات: پنجاب کی خانقاہوں کا تنقیدی مطالعہ

(مقالہ برائے ایم فل، علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

مدیحہ محبوب

ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: 25-Mphil/IS/F22

نگران مقالہ

ڈاکٹر عبدالرؤف

لیکچرار

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت نمل اسلام آباد



شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن 2022-2025ء

مدیحہ محبوب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

منظوری فارم برائے مقالہ دفاع

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخط تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: تہذیب و ثقافت پر تصوف کے اثرات: پنجاب کی خانقاہوں کا تنقیدی مطالعہ

**The Impact Of Sufism on Civilization and Culture: A
Critical study Of The Khanqahs Of Punjab**

**Tehzeeb o Saqafat Par Tasawuf k Asraat: Punjab Ki
Khanqahon Ka Tanqeedi Jaeza**

نام ڈگری: ایم فل علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: مدیحہ محبوب

رجسٹریشن نمبر: 25-Mphil/IS/F22

ڈاکٹر عبدالرؤف

دستخط نگران مقالہ

(نگران مقالہ)

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

(صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت)

پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض شاد

دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)

تاریخ:

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں: مدیحہ محبوب بنت: ملک محبوب

رول نمبر: MP-1S-F22-324 رجسٹریشن نمبر: 25-Mphil/IS/F22

طالبہ، ایم فل، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ

مقالہ بعنوان: تہذیب و ثقافت پر تصوف کے اثرات: پنجاب کی خانقاہوں کا تنقیدی مطالعہ

**The Impact Of Sufism on Civilization and Culture: A
Critical study Of The Khanqahs Of Punjab**

**Tehzeeb o Saqafat Par Tasawuf k Asraat: Punjab Ki
Khanqahon Ka Tanqeedi Jaeza**

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور ڈاکٹر منزہ سلطانہ کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: مدیحہ محبوب

دستخط مقالہ نگار:

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

Abstract:

Sufism has played a vital role in shaping the moral, spiritual, and cultural dimensions of Muslim societies, particularly in South Asia. In Punjab, the Khanqahi system served as a powerful medium for transmitting spiritual values and fostering social harmony. The present research aims to explore and critically analyze the impact of Sufism on the cultural and civilizational patterns of Punjab through the study of selected Khanqahs, namely those of Data Ganj Bakhsh (Lahore), Bahauddin Zakariya (Multan), and Baba Farid Ganj Shakar (Pakpattan). This study follows a qualitative research design based on historical, analytical, and interpretive methods. Primary and secondary sources, including classical texts, contemporary research, and field-based observations, were used to collect data. Findings reveal that Sufism significantly influenced Punjab's cultural identity by promoting moral purification, tolerance, and unity among diverse social groups. It contributed to literature, music, language, and art, thereby enriching the region's civilizational legacy. However, the study also identifies certain deviations such as ritualism and hereditary practices that diluted the original spirit of Sufism. The research is guided by a socio-religious analytical framework, enabling a balanced understanding of both spiritual and cultural dynamics. The study concludes that the Khanqahi institutions of Punjab not only preserved Islamic spirituality but also shaped a pluralistic and inclusive cultural ethos that continues to define the region's identity today. These insights hold relevance for contemporary discussions on interfaith harmony and ethical social development.

Keywords: Sufism, Khanqahs, Punjab, Culture, Spirituality, Civilizational Impact

ملخص:

یہ تھیسس پنجاب کی تہذیب و ثقافت پر تصوف کے گہرے اثرات کا علمی و تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے، جس میں منتخب صوفی خانقاہوں کے روحانی، اخلاقی اور جمالیاتی کردار کو موضوع تحقیق بنایا گیا ہے۔ اس تحقیق میں خاص طور پر داتا گنج بخش (لاہور)، بہاؤ الدین زکریا (ملتان)، اور بابا فرید گنج شکر (پاکپتن) کی خانقاہوں کو موضوع مطالعہ بنایا گیا ہے جنہوں نے پنجاب کی روحانی و ثقافتی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس مطالعے کا بنیادی مقصد یہ اجاگر کرنا ہے کہ صوفیاء کی تعلیمات صرف رسمی عبادات تک محدود نہ رہیں بلکہ انہوں نے پنجابی معاشرے کے اخلاقی شعور اور تہذیبی رویوں میں گہری جڑیں پکڑیں۔ ان تعلیمات نے عوامی مزاج، رسوم و رواج اور باہمی تعلقات پر مثبت اور دیرپا اثرات مرتب کیے۔ تحقیق میں کلاسیکی صوفی متون، تاریخی مصادر اور ثقافتی تجزیہ کی مدد سے خانقاہوں کے کردار کو اس تناظر میں دیکھا گیا ہے کہ وہ صرف روحانی مرکز ہی نہیں تھے بلکہ تہذیبی یکجہتی اور شناخت کے محافظ بھی تھے۔ صوفیاء کی تعلیمات، جیسے محبت، رواداری اور انکساری، نے فرد اور معاشرے دونوں کی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان خانقاہوں نے پنجابی زبان، شاعری، موسیقی اور طرز زندگی کو اسلامی روحانیت کے ساتھ ہم آہنگ کر کے ایک منفرد تہذیبی امتزاج کو جنم دیا۔

یہ مطالعہ توضیحی اور تجزیاتی طرز تحقیق پر مبنی ہے اور خالصتاً مکتوب علمی ماخذات سے استفادہ کرتا ہے۔ تحقیق کے نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کا ورثہ آج بھی پنجاب کے روحانی اور تہذیبی مزاج میں زندہ ہے۔ منتخب خانقاہیں آج بھی انسانیت، اخلاق اور اخوت کا پیغام دیتی ہیں، اور اپنے روحانی تسلسل کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی کے علمبردار کے طور پر قائم ہیں۔

کلیدی الفاظ: پنجاب، تصوف، خانقاہ، تہذیب، ثقافت، اثرات، تجزیہ

فہرست عنوانات

صفحہ	عنوان	شمار
I	مقالہ کی منظوری کا فارم (Thesis acceptance form)	1.
Ii	حلف نامہ (Declaration)	2.
Iii	ملخص (Abstract)	3.
V	فہرست عنوانات (Table of contents)	4.
Vii	اظہارِ تشکر (Acknowledgments)	5.
Viii	انتساب (Dedication)	6.
1	موضوع سے متعلقہ تعارفی مباحث	7.
2	موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت	8.
5	موضوع سے متعلق سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ، جوازِ تحقیق، بیانِ مسئلہ	9.
13	مقاصدِ تحقیق، سوالاتِ تحقیق، منہجِ تحقیق	10.
15	باب اول: پنجاب میں تہذیب و ثقافت کا تعارفی مطالعہ	11.
16	فصل اول: پنجاب میں تہذیب و ثقافت کے خدوخال	12.
26	فصل دوم: پنجاب کی اہم اور موثر خانقاہیں	13.
45	باب دوم: عقائد و عبادات میں تصوف کے اثرات — تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ	14.
46	فصل اول: بنیادی عقائد اور تصوف — نظریاتی و عملی اثرات	15.
66	فصل دوم: عبادات اور خانقاہی روایات — عملی و روحانی اثرات	16.
92	باب سوم: پنجاب کے ثقافتی مظاہر پر خانقاہی نظام کے اثرات کا تنقیدی مطالعہ	17.
93	فصل اول: خانقاہی نظام اور پنجاب کی ثقافتی ساخت	18.
110	فصل دوم: خانقاہی نظام تنقیدی تجزیہ افراط اور تفریط کے پہلو	19.
127	نتائجِ بحث	20.
128	سفارشات	21.

130	فهرست قرآنی آیات	22.
131	فهرست احادیث	23.
132	مصادر و مراجع	24.

اظہارِ تشکر (Acknowledgments)

الحمد لله رب العالمين و الصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى آله و صحبه اجمعين - اما بعد!
میں سب سے پہلے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شکر گزار ہوں کہ جس کی دی ہوئی صلاحیتوں اور مدد سے میں اس مقالہ کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکی۔

میں شکر گزار ہوں اپنے استاد ڈاکٹر عبد الرؤف (لیکچرار، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت) کی کہ ان کی بروقت رہنمائی کی بدولت یہ مقالہ تکمیل تک پہنچا۔ میں ممنون ہوں پروفیسر ڈاکٹر ریاض احمد سعید صاحب (صدر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت) اور شعبہ اسلامی فکر و ثقافت کے تمام اساتذہ کی جنہوں نے اس مقالہ کی تکمیل میں میری رہنمائی فرمائی۔
میرے گھر کے تمام افراد کا شکریہ جن کے مالی تعاون اور دعاؤں کے ذریعہ سے میرے لیے ایم فل ڈگری کا حصول ممکن ہو سکا۔

اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

مدیحہ محبوب

ایم فل سکالر

انتساب (Dedication)

میں اپنی اس تحقیقی کاوش کو اپنے والدین کے نام کرتی ہوں
جن کی دعاؤں کی بدولت میں اس کام کو مکمل کر سکی۔

موضوع سے متعلقہ تعارفی مباحث

موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت

موضوع سے متعلق سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ، جوازِ تحقیق، بیانِ مسئلہ

مقاصدِ تحقیق، سوالاتِ تحقیق، منہجِ تحقیق

موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت

موضوع تحقیق کا تعارف (Introduction to the topic)

انسان معاشرتی حیوان کی حیثیت رکھتا ہے اصول معاشرت انسانی زندگی کو اشرفیت کا لبادہ دیتا ہے وہ لبادہ جس میں اسے اشرف المخلوقات کا شرف حاصل ہے۔ منطقین اور فلاسفر چاہے وہ اسلامی ہوں یا غیر اسلامی وہ انسان کی تہذیبی و ثقافتی حیثیت پر بحث کرتے نظر آتے ہیں، چاہے وہ حیوان ناطق کی اصطلاح ہو یا حیوان اللابس کی ہو یا حیوان الاجتماعي ہو۔

فلسفیانہ طور پر انسان کی تہذیبی اور ثقافتی زندگی کے اصول قرآن کریم میں اللہ نے واضح کیے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَقْوَمُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝۱﴾

"اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لیے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ یقین رکھو کہ اللہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔"

تہذیب کے بارے میں آر نولڈ جوزف ٹوئبے—Arnold J. Toynbee (و۔ 1975ء) اپنی مشہور کتاب 'A Study of History' میں کہتا ہے کہ انسان کی معاشرت کی بنیاد تہذیب پر ہے، اور تہذیب کی بنیاد مذہب کی محتاج ہے، اور ساتھ ہی وہ تہذیبوں کی قیام، استحکام اور زوال میں ابن خلدون (و۔ 1406ء) کو فلسفہ کے مطابق اس بات کو بھی ثابت کرتا ہے کہ انسانی تہذیب اور ثقافت تینوں مراحل کا تعلق مذہب کے تعلق کے ساتھ ہے۔ اسی بنیاد پر موجودہ تہذیبوں کا مطالعہ ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ کچھ تہذیب اور ثقافتیں ترقی راہوں پر گامزن ہیں تو کچھ تنزلی کی راہ پر چلتی نظر آتی ہیں، ان میں سے ہماری تہذیب اور ثقافت بھی ہے، علم اجتماع کے فلسفے کی روشنی میں اسباب کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو مذہب کے ساتھ تعلق میں کہیں نقص نظر آتا ہے، اس لئے اپنی تہذیب کی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے والے اُدوار اور شخصیات اور افکار کا مطالعہ انتہائی اہم ہے، اس لئے میں نے صوفیاء کرام کے اثرات کو ترجیح دی۔ کیوں کہ اس وقت ہماری تہذیب و ثقافت کو وقت کے اعتبار سے کئی قسم کی معاشرتی خرابیوں کا

سامنا ہے، اس کے لیے ہمیں مثالی مطالعے کی ضرورت ہے کن بنیادوں پر ہماری پنجابی تہذیب و ثقافت میں مذہب کی بنیاد پر منفی رجحانات پروان چڑھے ہوئے ہیں؟۔

تہذیب کو اسلامی تعلیمات کے مطابق کامیاب معاشرے کی مثالوں کے سبق کو سامنے رکھ کر درست راہوں پر استوار کرنا ہمارے دور کی اہم ضرورت ہے۔ چوں آنکہ تصوف کی تعلیمات انسانی تربیت پر توجہ دیتی نظر آتی ہیں اس لیے دین اسلام کی تعلیمات کا مثبت رخ مثالی طور پر سامنے رکھنے کے لیے چند صوفیاء کرام کو منتخب کیا گیا ہے جن کی زندگیاں ہماری تہذیب کے لیے مثالی حیثیت رکھتے ہوئے تہذیب و ثقافت کو سنوارنے میں کردار ادا کیا، ان کی زندگیاں ہماری تہذیب کے لیے مثالی حیثیت رکھتی ہیں، تاکہ ہم اپنی تہذیب و ثقافت کو باقی ترقی یافتہ اقوام کی نہج پر آگے لے جائیں، تعلیمات تو ہمیں یہ تک سکھاتی ہیں کہ ہم ان کے لئے ایک اعلیٰ مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس تحقیق میں پنجاب تہذیب و ثقافت کے مطالعہ کو سامنے رکھتے ہوئے ان شخصیات کا اور ان کی خانقاہوں کا انتخاب کیا گیا ہے، ان میں سے سید علی ہجویری، بہاؤ دین زکریا، اور پیر مہر علی شاہ جیسے صوفیاء کرام وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی تعلیمات پنجاب کی خانقاہوں کی زینت ہیں آج بھی۔

اس لیے تصوف کی مرکزیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس نظام کے مطالعے کی اشد ضرورت ہے کہ کیا نظام صوفیاء کرام کے تربیتی مشن پر کتنا عمل کرایا ہے اور اس میں کون سی خامیوں کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام دنیا کا وہ واحد دین ہے جس نے مجموعی طور پر تمام انسانیت کی چارہ گری اور دست گیری کی ہے۔

ضرورت و اہمیت (Significance Of the Study):

- یہ تحقیق علمی، فکری، سماجی اور پالیسیاتی اعتبار سے نمایاں اہمیت رکھتی ہے۔
- علمی لحاظ سے یہ مطالعہ پنجاب کے معاشرتی و تہذیبی ارتقاء میں تصوف کے کردار کو تنقیدی و تجزیاتی انداز میں واضح کرتا ہے۔
- اساتذہ، طلباء، اور محققین کے لیے یہ تحقیق ایک فکری رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ روحانی اقدار کو معاشرتی اخلاقیات اور عملی زندگی میں کیسے منتقل کیا جاسکتا ہے۔

- پالیسی سازوں اور سماجی ماہرین کے لیے یہ مطالعہ قابل استفادہ ہے کیونکہ اس کے نتائج ظاہر کرتے ہیں کہ صوفیانہ اقدار—جیسے رواداری، اخوت، خدمتِ خلق، اور برداشت—سماجی ہم آہنگی کے فروغ اور انتہا پسندی کے انسداد میں مؤثر کردار ادا کر سکتی ہیں۔
- اسی طرح مذہبی مفکرین اور ثقافتی مورخین کے لیے یہ تحقیق مفید ہے کیونکہ یہ تصوف کے نظری اور عملی پہلوؤں کو تاریخی اور سماجی سیاق میں جوڑتی ہے۔
- یوں یہ مطالعہ نہ صرف پاکستان کے ثقافتی ورثے کی علمی تفہیم میں اضافہ کرتا ہے بلکہ ایک ایسے معاشرتی وژن کی تشکیل میں بھی مدد دیتا ہے جو اخلاقی بنیادوں پر قائم ہو۔

موضوع سے متعلق سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ، جوازِ تحقیق، بیانِ مسئلہ

دراساتِ سابقہ (Review of literature)

مقالہ جات:

Abdul Wahab Jan al-Azhari – Islamic Mysticism and
Orientalists' Views(2019)

اس مقالے میں:

مصنف نے مستشرقین کے نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے کہ وہ تصوف کو غیر اسلامی تحریک کیوں سمجھتے ہیں۔
تحقیق دفاعی (apologetic) نوعیت کی ہے جو تصوف کی اسلامی بنیادوں کا اثبات کرتی ہے۔

میری تحقیق میں:

میں نے صرف تصوف کے نظریاتی دفاع پر بات نہیں کی، بلکہ اس کے عملی و ثقافتی اثرات کا مطالعہ کیا ہے۔
میری تحقیق تصوف کے عملی کردار (خانقاہی نظام) اور ثقافتی اثرات کو سامنے لاتی ہے۔

تصوف: اصلاح کا منہج اصیل، تحقیقی مقالہ برائے (ایم فل) ثمینہ بتول، نمل اسلام آباد، 2007

یہ تحقیق تصوف کے نظریاتی پہلوؤں پر توجہ دیتی ہے مگر خانقاہی نظام کے سماجی اثرات پر تفصیلی گفتگو نہیں کرتی، یہی پہلو زیر مطالعہ مقالے میں تنقیدی طور پر شامل کیا گیا ہے۔

تصوف میں شامل غیر اسلامی تصورات (برصغیر کے تناظر میں حقیق تحقیقی و تنقیدی جائزہ)، مہوش عروج
(اکتوبر 2011)

مصنف نے تصوف کی تاریخی بنیادوں پر زور دیا ہے، تاہم پنجاب کی خانقاہوں کے عملی و ثقافتی کردار پر کم توجہ دی گئی ہے، جو اس تحقیق کا مرکزی نیازاویہ ہے۔

تصوف کی حقیقت، افادیت اور تاریخ: عظمیٰ، زاہدہ نسرین (ایم اے) اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد 2016

یہ مقالہ تصوف کی نظریاتی تعریف اور تاریخی پس منظر پر مرکوز ہے، تاہم اس میں تصوف کے ثقافتی و معاشرتی اثرات خصوصاً پنجاب کی خانقاہوں کے کردار پر بحث نہیں کی گئی۔ موجودہ تحقیق نے اسی خلا کو پر کیا ہے اور تصوف کے عملی و تہذیبی اثرات کو تنقیدی زاویے سے واضح کیا ہے۔

تاریخ اسلام کی روشنی میں تصوف کا ارتقا: مقالہ نگار شیمار بانی (Phd) یونیورسٹی آف کراچی 2016

یہ تحقیق تصوف کے تاریخی ارتقاء اور فکری تسلسل پر گراں قدر مواد فراہم کرتی ہے، لیکن جغرافیائی طور پر برصغیر خصوصاً پنجاب کے خانقاہی نظام کو تفصیلاً زیر بحث نہیں لاتی۔ موجودہ مطالعہ اس خلا کو پر کرتا ہے اور پنجاب کے صوفیانہ مراکز کی سماجی و ثقافتی معنویت کو نمایاں کرتا ہے۔

حقیقت تصوف اور اصلاح امت بذریعہ تصوف: ایک تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ، عبدالرحیم اصغر (ایم فل یونیورسٹی آف پونچ راولا کوٹ) 2017

اس مقالے میں تصوف کے اخلاقی و اصلاحی پہلوؤں پر زور دیا گیا ہے، تاہم اس کا دائرہ عملی خانقاہی نظام تک محدود نہیں۔ موجودہ تحقیق نے ان ہی اخلاقی تعلیمات کو پنجاب کی خانقاہی روایات کے تناظر میں پرکھ کر نئے فکری پہلو اجاگر کیے ہیں۔

عالمی معاشرے کے قیام میں اخوت اور رواداری کی اہمیت اور تصوف کا کردار، صبیحہ بانو، کلیہ معارف اسلامیہ (PHD) یونیورسٹی آف کراچی 2023

یہ جدید تحقیق عالمی سطح پر تصوف کے انسانی اخوت اور بین الثقافتی ہم آہنگی کے کردار کو اجاگر کرتی ہے۔ موجودہ تحقیق اس نظریاتی دائرے کو مقامی سیاق، یعنی پنجاب کی خانقاہوں اور ان کے ثقافتی اثرات تک محدود کر کے ایک علاقائی مگر گہرے تجزیاتی مطالعے کی صورت پیش کرتی ہے۔

کتب:

1. اسلام اور خانقاہی نظام:

ڈاکٹر امان اللہ بھٹی؛ دارالسلام پبلی کیشنز، لاہور۔ پہلا ایڈیشن، 24 نومبر 2016

اس کتاب میں انہوں نے تصوف اور خانقاہی نظام کی تعریف، تاریخ اور تصوف کے مختلف سلسلوں اور ان کے طریق کار کی مفصل اور چشم کشاد ستاویز پیش کی ہیں۔ نیز عہد بہ عہد صحابہ کرام کے نام دے کر بتایا ہے کہ انہوں نے کتنے کٹھن حالات میں دنیا کے دور دراز گوشوں میں پہنچ کر توحید کی اذان دی اور لوگوں تک اللہ کا دین پہنچایا۔ ان کی دعوت سیدھی سادی تھی۔ وہ غیر اللہ کی نفی کرتے تھے۔ دلوں میں اللہ کی یکتائی، بڑائی کبریائی اور زیبائی کا نقش جماتے تھے، رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے مبارک طریقے سکھاتے تھے۔ مصنف نے خانقاہی نظام کا بڑا مفصل اور مدلل جائزہ پیش کیا ہے۔ انھوں نے اکابر علماء اور نامور صوفی بزرگوں ہی کے اقوال سے تصوف کی تعریف بیان کی ہے اور مختلف آراء کے اقتباسات درج کیے ہیں۔ تصوف کے مختلف سلسلوں اور منازل سلوک کی بہت سی شاخوں کے تعارف کے علاوہ ان کے طریق عمل پر روشنی ڈالی ہے۔ فاضل مصنف نے حوالہ جات پیش کر کے بتایا ہے کہ تصوف کے نظریات کہاں کہاں پہنچ کر اسلامی تعلیمات سے بے آہنگ ہو گئے اور شرک کی آبیاری کا موجب بنے۔

2. تاریخ تصوف:

پروفیسر یوسف سلیم چشتی: ناشر: دارالکتاب، لاہور پاکستان، اشاعت 2001

تاریخ تصوف مفتی یوسف سلیم چشتی صاحب نے اس کتاب میں اسلامی تصوف کی تاریخی اہمیت اور مسلمان صوفیاء کے عظیم کارناموں کا اظہار کیا ہے۔ وہ اسلامی تصوف کی حقانیت اور عظمت کے داعی ہیں اس کتاب میں انہوں نے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی خاطر تصوف کے دو قدیم سلسلوں ہندی اور یونانی کو تقابل مطالعہ کے لیے منتخب کیا ہے۔ ہندی و یونانی تصوف پر بحث کرتے ہوئے مصنف نے غیر جانبدار محقق کی صورت میں کتاب میں نہایت جامعیت کے ساتھ تصوف کے مختلف موضوعات پر فاضلانہ بحث کی ہے۔ اس میں مصنف نے تصوف کی ماہیت مذہب اور سائنس اور تصوف کی خصوصیت تصوف کی عالمگیریت انسانی زندگی پر تصور کے اثرات جیسے عنوانات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے اس میں اسلامی تصوف ایرانی تصوف اور تصوف پر اعتراضات اور ان کے جوابات بھی قلم بند کیے

ہیں ان کے نزدیک اسلامی تصوف کا دار و مدار ان اصولوں پر ہے۔ بیعت، صحبت، خلوت، اعتکاف، محبت یا عشق اور مراقبہ، محاسبہ، مجاہدہ اور ذکر و فکر وغیرہ۔

3. اصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ ناشر: المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ، لاہور بدھ 26 نومبر 2008ء)

اسلام کو جس نام سے سکیرنے کی کوشش کی گئی وہ تصوف ہے اور تصوف کے ماننے والوں نے اس کو مختلف طریقوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی اور ثبوت کے طور پر مختلف واقعات کو توڑ مروڑ کر اور من گھڑت احادیث اور واقعات کا سہارا لیا جس کی وجہ لوگ اسلام کی اصل روح سے واقف ہونے کی بجائے اور دوسری چیزوں میں مصروف ہو گئے۔ ابن تیمیہ نے دین سے مفرووران لوگوں کی خوب خبر لی اور ان کے من گھڑت دلائل کی حقیقت کو واضح کیا۔ صحابہ کی طرف نسبت جوڑنے والے صوفیاء کی اس نسبت کی وضاحت کرتے ہوئے صوفیاء میں پائے جانے والے مختلف سلوک اور من گھڑت روایات سے سہارا لے کر حال اور ناچ گانے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کو ابن تیمیہ نے قرآن و سنت کے دلائل سے واضح کیا ہے اور صحابہ میں تصوف تھا یا نہیں اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ قطب ابدال کی اصطلاحات کی وضاحت، ولیوں کی شان میں من گھڑت روایات اور واقعات کی وضاحت، ولیوں کے غائب ہونے کی وضاحت، اور مشہور مزارات کی نشاندہی کی گئی ہے۔

4. تصوف اور صوفیاء کی تاریخ عرب سے ہندوستان تک:

تصنیف: ڈاکٹر محمد حفیظ الرحمن: سن اشاعت محرم نومبر 2014 طبع اشتیاق اے مشتاق پرنٹ لاہور ناشر: شاکر پبلی کیشنز لاہور

اس کتاب میں عرب سے ہندوستان تک جو تصوف کی سرگرمیاں مختلف ادوار میں مختلف انداز میں نظر آتی رہی ہیں انہی کی تفصیلات کو پیش کیا ہے۔ نیز اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ کس سلطان کے دور حکومت میں کس صوفی اور شیخ نے اپنی داعیانہ اور مجاہدانہ سرگرمیوں سے پرچم اسلام کو بلند و بالا رکھا اور سلاطین نے ان صوفیاء و مشائخ سے کس قدر استفادے کیے ان کی خانقاہوں اور درگاہوں سے ان کے روابط حاکمانہ تھے یا نیا مندانہ۔ اور ایسی بہت سارے مباحث مصنف نے اس کتاب میں یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔

تصوف کتاب وسنت کی روشنی:

مصنف شیخ محمد جمیل زینو، مترجم عبدالجبار بن بلال احمد: نظر ثانی حافظ محمد منشا طیب، طبع اول / اگست 2011 ناشر

دار الفکر اسلامی مین بازار نواب اباد واہ کینٹ راولپنڈی

اس کتاب میں تصوف کی ابتدا، صوفیت کتاب وسنت کے میزان میں، صوفیوں کے اقوال، صوفیوں کی کرامات، صوفیوں کا نظریہ جہاد، صوفیوں کے پیر اور مشائخ صوفیہ کے نزدیک تقلید شیخ، صوفیہ کے نزدیک ولی کا مفہوم جیسے عنوانات قائم کر کے انہیں بڑے عام فہم انداز میں قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کرتے ہوئے تصوف کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔

پنجابی زبان اور ادب کی تاریخ:

سجاد قریشی، کراچی: سنگ میل پبلیکیشنز، 2019

اس کتاب میں پنجابی زبان اور پنجابی ادب کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ان کی ابتداء اور خصوصیات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ سجاد قریشی کی کتاب پنجابی زبان و ادب کے لسانی و ادبی ارتقاء پر ہے،

جب کہ میری تحقیق تصوف کے اثرات کے تحت پنجاب کی ثقافت، معاشرت اور خانقاہی نظام کا تنقیدی مطالعہ ہے۔

یعنی وہاں ادب اور زبان محور ہیں، جبکہ میری تحقیق کامرکز روحانیت اور ثقافتی اثرات ہیں۔

تصوف اور صوفیاء کی تاریخ، ڈاکٹر محمد حفیظ الرحمان، شاکر پبلی کیشنز لاہور، 2014

اس کتاب میں تصوف کا تعارف کرایا گیا ہے صوفی تحریک اور اس کے ارتقاء کے بارے میں بات کی گئی ہے خانقاہوں کا قیام اور ان کی سماجی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور صوفی تحریک اور صوفیاء کے کیا کارنامے رہے ہیں ان کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

1. Trimingham, J. Spencer. The Sufi Orders in Islam. Oxford University Press, 1998.

یہ کتاب صوفی سلسلوں کی تاریخی وجہ افیائی وسعت، خانقاہی نظام، اور اسلامی تہذیب پر ان کے اثرات کا علمی تجزیہ پیش کرتی ہے۔

تبصرہ: اس ماخذ کی شمولیت سے تحقیق میں بین الاقوامی علمی معیار اور تاریخی وسعت کا اضافہ ہوگا۔

2. Ernst, Carl W. *Sufism: An Introduction to the Mystical Tradition of Islam*. Shambhala Publications, 2011.

یہ ماخذ تصوف کی فکری اساس اور اس کے جدید سماجی تناظر میں اثرات پر بحث کرتا ہے۔
تبصرہ: اس سے موجودہ تحقیق میں تصوف کے جدید فکری اور ثقافتی اثرات کے پہلو کو تقویت ملے گی۔

3. Schimmel, Annemarie. *Mystical Dimensions of Islam*. University of North Carolina Press, 2011 (Reprint Edition).

اس کتاب میں مسلم تصوف کے روحانی، اخلاقی اور ادبی پہلوؤں پر عالمی سطح کا تحقیقی تجزیہ شامل ہے۔
تبصرہ: اس ماخذ سے مقالہ کی علمی گہرائی اور بین الاقوامی تناظر میں قابل اعتماد استناد پیدا ہوگا۔

4. Eaton, Richard M. *The Rise of Islam and the Bengal Frontier, 1204–1760* University of California Press, 1993.

یہ کتاب برصغیر میں اسلام اور صوفی تحریک کے پھیلاؤ پر تاریخی تجزیہ فراہم کرتی ہے۔
تبصرہ: اس سے پنجاب کے سماجی و ثقافتی پس منظر کے موازناتی پہلوؤں کو مضبوطی ملے گی۔
5. اسلامی تصوف کے مصادر اور منتشر قین کی آرا کا ایک تجزیاتی مطالعہ عبدالوہاب جان
الازہری (الایضاح 28 جون 2014)

اس میں متقدمین اور منتشر کین اسلامی تصوف کو ایک ہی مظہر کی طرف منسوب کرتے ہیں زیر نظر مقالہ میں ان
سب کی ارا کا رد ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تصوفوں کا اصل مسجد قرآن و حدیث ہے اور نبی اور صحابہ
حیات طیبہ ہیں۔

آرٹیکلز:

1. Department of Islamic Studies, 'Asim Iqbal, Ph.D. Scholar
NUML, Islamabad, Pakistan, Saiqa Gulnaz, M.Phil. Scholar,
.Department of Islamic Studies. NUML, Islamabad, Pakistan

Role and Impacts of Ṣūfī Convents (Khānqā‘ī System) “
Towards Social Reformation: A Critical Review” International
Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 2, Issue No. 1
(57–40) (July 1, 2020) Pages

6. اسلامی علم تصوف اور جدید دور کی اصطلاح صوفی ازم کی حقیقت Shoaib Ali (Phd) issue

3/July_September 2022)

اس مقالے میں تصوف کو جدید فلسفیانہ اور مغربی اصطلاح Sufism کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے، جبکہ میری تحقیق میں تصوف کے عملی اور ثقافتی اثرات کا مطالعہ کیا گیا ہے—خاص طور پر پنجاب کی خانقاہوں کے ذریعے اس کے سماجی و تہذیبی اثرات کو واضح کیا گیا ہے۔

7. تصوف میں تزکیہ نفس کی ضرورت و اہمیت قرآن کی روشنی میں (حضرت اللہ عفیہہ رشید) جلد 1 شمارہ 1 جولائی—

دسمبر 2021

سابقہ تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے کہ تصوف اور خانقاہی نظام پر متنوع علمی کام ہوا ہے، مگر ان میں زیادہ تر مطالعے نظریاتی یا عمومی نوعیت کے ہیں۔ موجودہ تحقیق ان سے اس اعتبار سے مختلف ہے کہ اس میں پنجاب کی منتخب خانقاہوں کے تہذیبی و ثقافتی اثرات کا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جو اس موضوع میں ایک نیا علمی پہلو فراہم کرتا ہے۔

تحقیقی خلا (Research Gap)

- اگرچہ تصوف کے نظریاتی، روحانی، اور تاریخی پہلوؤں پر متعدد تحقیقات موجود ہیں، لیکن پنجاب کے خانقاہی نظام کے تہذیبی و ثقافتی اثرات پر منظم، تقابلی اور تنقیدی نوعیت کا مطالعہ بہت کم ہوا ہے۔
- اکثر سابقہ تحقیقات نے صرف صوفی شخصیات یا ان کی تعلیمات کے نظری پہلوؤں کو موضوع بنایا، مگر ان تعلیمات کے معاشرتی، ادبی، لسانی اور فنی اثرات پر تفصیلی تنقید نہیں کی گئی۔
- یہ تحقیق اس علمی خلا کو پُر کرتی ہے اور پنجاب کی تین نمایاں خانقاہوں — داتا گنج بخش (لاہور)، بہاؤ الدین زکریا (ملتان) اور بابا فرید گنج شکر (پاکپتن) — کا تقابلی و تجزیاتی مطالعہ پیش کرتی ہے۔ اس مطالعے میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ان خانقاہوں نے پنجاب کے سماجی ڈھانچے، ثقافتی اظہار، زبان و ادب، اور فنونِ لطیفہ پر کیا اثرات مرتب کیے۔
- یوں یہ تحقیق ایک نیا بین‌العلمی زاویہ (interdisciplinary perspective) فراہم کرتی ہے جو تصوف، تاریخ اور ثقافتی عمرانیات کو ایک فکری وحدت میں جوڑتا ہے۔

جوازِ تحقیق (Rationale of the study)

- ہماری تہذیب اور ثقافت کی بنیادیں دین اسلام کی تعلیمات پر قائم ہونے کے باوجود اس پر تنزلی کے آثار اس کے مطالعہ کی طرف متوجہ کرتی ہے۔
- ہماری تہذیب اور ثقافت ایک جاہلیت نما جس دور میں تھی اس دور کے آبائی اثرات کو مٹانے میں جن شخصیات نے کردار ادا کیا وہی اسی ہندو تہذیب اثرات اس وقت سامنے ہیں، اس لئے ان اثرات کا تجزیاتی مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔
- پنجاب تہذیب و ثقافت صوفیاء کی سرزمین کے طور پر جانی جاتی ہے، جس کی تعمیر میں صوفیاء کرام نے مرکزی کردار ادا کیا، عصر حاضر کے حالات میں پنجاب تہذیب و ثقافت کو تاریخی صوفیاء کرام کے فکری دور کو تعمیری بنیاد پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔

بیانِ مسئلہ (Statement of the Problem)

پنجاب میں صوفیانہ خانقاہی نظام ایک طویل تاریخی پس منظر رکھتا ہے، جو روحانیت، اخلاقیات، اور سماجی رواداری کے فروغ میں اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ یہ نظام روحانی اصلاح کے بجائے رسوم پرستی، سیاسی مفادات، اور معاشی وابستگی کا شکار ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ موجودہ دور میں جہاں خانقاہیں مذہبی، ثقافتی، اور تعلیمی مراکز کے طور پر پہچانی جاتی ہیں، وہیں ان میں سے کئی اپنی اصل روح سے دور ہو کر فقط نمائشی مظاہر تک محدود ہو چکی ہیں۔

اس تحقیق میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ پنجاب کی خانقاہیں آج کے دور میں کس حد تک روحانیت، سماجی خدمت، اور اخلاقی تربیت کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں اور کہاں کہاں یہ نظام افراط و تفریط، بدعات، اور سیاسی مفادات کی نذر ہو چکا ہے

تصوراتی تناظر (Theoretical Framework):

- تہذیبی اور ثقافتی بنیاد پر انسان کی معاشرت میں بنیادی تصور تعلیمات الہی ہیں۔
- اس تحقیق میں تہذیب اور ثقافت کی روح کے مطابق سمجھنا قرآن کریم کی تعلیمات کے فلسفے پر مبنی ہے۔
- انسان کی معاشرت میں اہم کردار روحانیت کا ہے، جس کی مرکزیت نبی کریم ﷺ سیرت اور سنت مطہرہ ہے۔

مقاصد تحقیق، سوالات تحقیق، منہج تحقیق

مقاصد تحقیق (Objectives of the study)

- I. پنجابی ثقافت اور تصوف کا باہمی تعلق کیا ہے؟
- II. عقائد و عبادات میں تصوف کے اثرات کا جائزہ لینا۔
- III. پنجاب کی تہذیب پر خانقاہی نظام کے اثرات کا مطالعہ کرنا۔

سوالات تحقیق (Research questions)

- I. پنجاب کی تہذیب و ثقافت کے نمایاں پہلو کیا ہیں؟
- II. عقائد و عبادات پر تصوف نے کس طرح اثرات مرتب کیے؟
- III. خانقاہی نظام نے پنجاب کی ثقافت پر کیسے اثرات مرتب کیے؟

تحدید اور دائرہ کار موضوع (Delimitations of the Study)

اس تحقیق کا دائرہ کار پنجاب تک محدود ہے جہاں تصوف نے ثقافت اور سماجی اقدار پر گہرے اثرات ڈالے۔ اس مطالعے میں منتخب پنجابی خانقاہوں کے تنقیدی پہلوؤں کو شامل کیا گیا ہے تاکہ تصوف اور ثقافتی روایت کے باہمی تعلق کو واضح کیا جاسکے تحقیق میں خصوصی طور پر ان خانقاہوں کا جائزہ لیا جائے گا جن کا پنجاب کی ثقافت پر نمایاں اثر رہا ہے جیسے کہ داتا دربار (لاہور)، بابا فرید گنج شکر (پاکپتن)، بہاؤ الدین زکریا (ملتان) وغیرہ۔

منہج تحقیق (Research methodology)

- ۱۔ اس معیاری تحقیق کا اسلوب تنقیدی ہوگا، جس کی وساطت سے ایجابی اور منفی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا۔
- ۲۔ اس تحقیق میں نتائج تک پہنچنے کے لیے تصوف اور تہذیب و ثقافت سے متعلق مصادر سے مدد لی جائے گی تصوف میں کتاب کشف المحجوب، کتاب العارف المعارف وغیرہ۔
- ۳۔ مراجع کی ثانوی حیثیت کی وجہ سے مطالعے کے ساتھ جو متعلقہ کتب سامنے آئیں گی ان کو سامنے لایا جائے گا۔

۴۔ مصادر اور مراجع تک رسائی کے لیے برقی مختلف طریقے اپنائے جائیں گے ویب سائٹ اور سافٹ ویئر اور ڈیجیٹل
لائبریری کی صورت میں۔

باب اول

پنجاب میں تہذیب و ثقافت کا تعارفی مطالعہ

فصل اول: پنجاب میں تہذیب و ثقافت کے خدوخال

فصل دوم: پنجاب کی اہم اور موثر خانقاہیں

فصل اول:

پنجاب میں تہذیب و ثقافت کے خدو خال

ثقافت کسی بھی معاشرے کی اجتماعی شناخت اور اس کے طرز زندگی کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ روایات، زبان، لباس، موسیقی، مذہب اور طرز معاشرت کا مجموعہ ہوتی ہے۔ ہر خطے کی ثقافت اس کے تاریخی پس منظر، جغرافیائی حالات، اور انسانی ترقی کے مختلف مراحل کے زیر اثر تشکیل پاتی ہے۔ پنجاب، جو اپنی زرخیز زمین، زراعت، فنون لطیفہ اور مذہبی تنوع کے لیے مشہور ہے، ایک منفرد ثقافتی ورثہ رکھتا ہے۔ اس کی ثقافت میں قدیم ہندو تہذیب، بدھ مت، اسلامی تعلیمات اور مغلیہ اثرات کی جھلکیاں واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔

پنجاب کا مختصر تعارف

پنجاب برصغیر کا ایک اہم خطہ ہے، جو موجودہ دور میں پاکستان اور بھارت کے درمیان منقسم ہے۔ اس کا نام "پنج آب" یعنی پانچ دریاؤں کی سرزمین سے ماخوذ ہے، جن میں جہلم، چناب، راوی، ستلج اور بیاس شامل ہیں۔ زرخیز زمین اور آبی وسائل کی بدولت پنجاب قدیم زمانے سے ہی انسانی تہذیب کا مرکز رہا ہے۔ قدیم تہذیبوں میں وادی سندھ کی تہذیب کے آثار ہڑپہ اور موہنجودڑو میں دریافت ہوئے ہیں، جو اس خطے کی ہزاروں سالہ تاریخ کو ظاہر کرتے ہیں۔¹ تاریخی اعتبار سے پنجاب مختلف حکمرانوں کے زیر تسلط رہا، جن میں آریہ، موریہ، سکندر اعظم، گپتا خاندان، ترک، مغل، اور سکھ شامل ہیں۔ ان تمام سلطنتوں نے پنجاب کی تہذیب و ثقافت پر گہرے اثرات مرتب کیے، جس کی وجہ سے یہاں ایک متنوع ثقافتی امتزاج پیدا ہوا۔²

تہذیب و ثقافت کی تعریف

تہذیب اور ثقافت دو ایسے تصورات ہیں جو کسی بھی قوم کی ترقی اور تمدنی شناخت کے عکاس ہوتے ہیں۔ تہذیب (Civilization) عام طور پر مادی ترقی، شہری منصوبہ بندی، زبان، تحریر، اور اقتصادی نظام سے متعلق ہوتی ہے، جبکہ ثقافت (Culture) کسی بھی معاشرے کے رسم و رواج، اعتقادات، طرز معاشرت، زبان، فنون لطیفہ، اور مذہبی عقائد کا احاطہ کرتی ہے۔

¹ عالم، محمد، پنجاب کا تہذیبی ورثہ، لاہور: الفتح پبلیکیشنز، 2018، ص 22

² قریشی، سجاد، پنجابی زبان اور ادب کی تاریخ، کراچی: سنگ میل پبلیکیشنز، 2019، ص 37

معروف مفکرین کے مطابق:

- ایڈورڈ ٹائلر (Edward Tylor) کے مطابق " : ثقافت وہ پیچیدہ مجموعہ ہے جس میں علم، عقائد، فنون، اخلاقیات، قوانین، اور وہ تمام صلاحیتیں شامل ہیں جو انسان کسی معاشرے کا رکن ہونے کے ناطے حاصل کرتا ہے۔¹
- ابن خلدون نے ثقافت کو انسانی تمدن کی بنیاد قرار دیا اور کہا کہ " معاشرتی اقدار اور تمدن کی ترقی ثقافت کے بغیر ممکن نہیں۔ " ²
- ڈاکٹر محمد علی صدیقی کے مطابق " : ثقافت کسی بھی قوم کی اجتماعی ذہنی و عملی ترقی کا مظہر ہے جو نسل در نسل منتقل ہوتی رہتی ہے۔ " ³
- پنجاب کی ثقافت بھی انہی اصولوں پر استوار ہے اور یہ تاریخی، مذہبی، ادبی، اور سماجی عناصر کا حسین امتزاج ہے۔ اس کی ثقافت میں مہمان نوازی، رواداری، جفاکشی، اور خوش مزاجی جیسے اوصاف نمایاں نظر آتے ہیں۔

1- زبان و ادب

پنجاب کی ثقافتی شناخت کا سب سے بنیادی عنصر اس کی زبان اور ادب ہے۔ پنجابی زبان، جو گورکھی اور شاہ مکھی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے، اپنے اندر صدیوں کا ادبی ورثہ سموئے ہوئے ہے۔ یہ زبان کئی مختلف لہجوں میں تقسیم ہے، جن میں ماجھی، پوٹھوہاری، ملتان اور دواہلی شامل ہیں۔

پنجابی ادب کی بنیاد صوفی اور لوک روایات پر قائم ہے۔ پنجاب کے صوفی شعراء نے اس زبان کو روحانی اور فلسفیانہ اظہار کا ذریعہ بنایا، جس کی جھلک وارث شاہ، بلھے شاہ، شاہ حسین اور بابا فرید کی شاعری میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ان شعراء نے اپنی شاعری میں محبت، انسان دوستی، اخوت، اور وحدت الوجود کا پیغام عام کیا۔⁴

بلھے شاہ اپنی صوفی شاعری میں استحصالی نظام کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں اور عشق حقیقی کو ہر چیز پر فوقیت دیتے ہیں:

"بلھیا کیہ جاناں میں کون؟ نہ میں مومن و نہ مسیتاں نہ میں و نہ کفر دیاں ریتاں"⁵

اسی طرح بابا فرید نے اپنی شاعری میں صبر، قناعت اور درویشی کو موضوع بنایا:

1 محمود، ذیشان، پنجاب کے صوفی شعراء، لاہور: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۲۱ء، ص 12

2 قریشی، سجاد، پنجابی زبان اور ادب کی تاریخ، ص 28

3 عالم، پنجاب کا تہذیبی ورثہ، ص 40

4 ایضاً، ص 45

5 قریشی، سجاد، پنجابی زبان اور ادب کی تاریخ، ص 78

"فریداروٹی میری کاٹھ دی، لاون میری بھگھ جہناں کھادی چوڑی، گھنے سہن گے دکھ¹"
 وارث شاہ نے اپنی داستانی شاعری میں عشق، اخلاقیات اور سماجی اقدار کو بیان کیا۔ ان کی تخلیق "ہیر رانجھا" پنجابی ادب کا ایک لازوال شاہکار ہے، جو پنجاب کی اجتماعی نفسیات کی عکاسی کرتا ہے۔²
 پنجابی ادب صرف شاعری تک محدود نہیں بلکہ نثری ادب میں بھی کئی نمایاں مصنفین سامنے آئے ہیں۔ پرتپال سنگھ بیتاب، کرشن چندر، امرتا پریتم، اور احمد ندیم قاسمی نے پنجابی زبان میں جدید افسانہ نگاری اور سماجی حقیقت نگاری کو فروغ دیا۔³

2- لباس و زیورات

لباس کسی بھی ثقافت کا ایک اہم جزو ہوتا ہے، جو نہ صرف کسی علاقے کے موسمی حالات اور رہن سہن کو ظاہر کرتا ہے بلکہ اس کی تہذیبی شناخت کی علامت بھی ہوتا ہے۔ پنجاب کا روایتی لباس اس کی ثقافتی وراثت کا ایک لازمی حصہ ہے، جو قدیم دور سے لے کر آج تک مختلف مراحل سے گزرتا رہا ہے۔

مردوں کا لباس

پنجاب کے مردوں کے روایتی لباس میں دھوتی، کرتا، شلوار قمیص، تہبند اور پگڑی شامل ہیں۔ دھوتی ایک قدیم روایتی لباس ہے جو عام طور پر دیہی علاقوں میں پہنا جاتا ہے، جبکہ شلوار قمیص پاکستان اور بھارت دونوں جانب مقبول لباس بن چکا ہے۔

پگڑی پنجاب کے ثقافتی ورثے کی ایک خاص علامت ہے، جو عزت، وقار اور مرتبے کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ مختلف رنگوں اور انداز کی پگڑیاں مخصوص علاقوں اور برادریوں کی شناخت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ مثال کے طور پر، سکھ برادری کی مخصوص پگڑی (دستر) ان کی مذہبی اور ثقافتی علامت سمجھی جاتی ہے۔⁴

خواتین کا لباس

پنجاب کی خواتین کے روایتی لباس میں شلوار قمیص، دوپٹہ، اور گھگھرا شامل ہیں۔

¹ محمود، ذیشان، پنجاب کے صوفی شعرا، ص 112

² قریشی، سجاد، پنجابی زبان اور ادب کی تاریخ، ص 93

³ محمود، ذیشان، پنجاب کے صوفی شعرا، ص 130

⁴ بٹ، سلیمان، پنجابی ثقافت کی جھلکیاں، کراچی: نیشنل بکس، ۲۰۲۰، ص 56

- شلوار قمیص: یہ لباس پنجاب کی دیہی اور شہری خواتین میں یکساں مقبول ہے اور مختلف کڑھائیوں اور رنگوں میں تیار کیا جاتا ہے۔
- گھاگھرا: روایتی طور پر راجپوت اور جاٹ برادری کی خواتین لمبے اور گھیردار گھاگھروں کا استعمال کرتی تھیں، جو شادی بیاہ اور تہواروں کے مواقع پر پہنا جاتا تھا۔
- چڑی اور دوپٹہ: خواتین کے لباس میں چڑی (رنگین دوپٹہ جس پر مخصوص ڈیزائن اور چھاپہ کاری کی جاتی ہے) بھی ایک اہم ثقافتی نشانی ہے۔¹

زیورات

- زیورات خواتین کی زینت اور ان کی ثقافتی پہچان کا اہم حصہ ہوتے ہیں۔ پنجابی ثقافت میں زیورات کو نہ صرف خوبصورتی بلکہ خوشحالی اور سماجی رتبے کی علامت بھی سمجھا جاتا ہے۔
- ناک کی نتھ: شادی شدہ خواتین کے لیے خاص طور پر روایتی ناتھ یا نتھنی مقبول ہے۔
- چوڑی اور کڑے: چمکدار شیشے کی چوڑیاں اور سونے یا چاندی کے کڑے پنجابی خواتین کے زیورات میں شامل ہوتے ہیں۔
- جھومر اور ماتھاپٹی: یہ زیورات سر کی زینت کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، جو خاص طور پر دلہنوں کے لیے اہم ہوتے ہیں۔
- ہار اور ٹیکا: پنجابی ثقافت میں ہار کو خوبصورتی اور رتبے کی نشانی سمجھا جاتا ہے، جبکہ ٹیکا روایتی شادی بیاہ کے مواقع پر پہنا جاتا ہے۔²

لباس اور زیورات کی سماجی اہمیت

- پنجاب میں لباس اور زیورات کی اہمیت صرف زینت تک محدود نہیں بلکہ یہ کسی فرد کی سماجی اور ثقافتی پہچان بھی ظاہر کرتے ہیں۔ خاص مواقع جیسے شادی، عرس، تہوار اور میلوں پر روایتی لباس اور زیورات پہننے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔
- بیساکھی اور لوہڑی جیسے تہواروں پر مرد عموماً گرتا پاجامہ اور پگڑی پہنتے ہیں، جبکہ خواتین چمکدار رنگوں کے گھاگھرے، چولی اور دوپٹے سے مزین نظر آتی ہیں۔

¹ بٹ، سلیمان، پنجابی ثقافت کی جھلکیاں، ص 64

² ایضاً، ص 72

• شادی بیاہ پر خواتین بھاری کڑھائی والے لباس اور سونے کے زیورات پہنتی ہیں، جبکہ مرد شیروانی اور پگڑی کے ساتھ مخصوص انداز اپناتے ہیں۔

• دیہاتی علاقوں میں مرد آج بھی دھوتی اور پگڑی کو روزمرہ لباس کے طور پر استعمال کرتے ہیں، جبکہ خواتین چنری، لمبے دوپٹے اور سادہ شلوار قمیص زیب تن کرتی ہیں۔¹

پنجاب کے روایتی لباس اور زیورات اس کی ثقافتی تاریخ اور معاشرتی شناخت کے آئینہ دار ہیں۔ یہ نہ صرف ماضی کی یاد دلاتے ہیں بلکہ آج بھی خاص مواقع پر ان کا استعمال پنجابی ثقافت کی مضبوطی اور پائیداری کو ظاہر کرتا ہے۔ پنجابی لباس اور زیورات ایک متحرک ثقافت کے عکاس ہیں، جو وقت کے ساتھ ساتھ جدید رجحانات سے بھی ہم آہنگ ہوتے جا رہے ہیں۔

3- تہوار اور روایات

پنجاب کی ثقافت میں تہواروں اور روایات کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ یہ تہوار نہ صرف پنجابی عوام کی خوشیوں اور مسرتوں کا ذریعہ بنتے ہیں بلکہ ان کی زراعت، معاشرتی روایات، اور مذہبی عقیدت کی بھی عکاسی کرتے ہیں۔ پنجاب کے مختلف تہوار زرعی، مذہبی اور سماجی بنیادوں پر منائے جاتے ہیں، جن میں بیساکھی، بسنت، لوہڑی، اور عرس جیسے تہوار نمایاں ہیں۔

۱. بیساکھی

بیساکھی پنجاب کے اہم زرعی تہواروں میں سے ایک ہے، جو عموماً 13 یا 14 اپریل کو فصل کی کٹائی مکمل ہونے کی خوشی میں منایا جاتا ہے۔ یہ دن کسانوں کے لیے خصوصی خوشی کا باعث ہوتا ہے، کیونکہ اس موقع پر نئی فصل کے حوالے سے شکرانے کی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ اس دن خصوصی میلوں کا اہتمام کیا جاتا ہے، جہاں روایتی پنجابی رقص بھنگڑا اور گدھا پیش کیا جاتا ہے۔ بیساکھی سکھ برادری کے لیے بھی مذہبی اہمیت رکھتی ہے، کیونکہ اس دن 1699ء میں گرو گوبند سنگھ نے خالصہ پنٹھ کی بنیاد رکھی تھی۔²

۲. بسنت

بسنت پنجاب کا ایک اور معروف تہوار ہے، جو موسم بہار کی آمد کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ یہ تہوار خاص طور پر لاہور میں بہت جوش و خروش سے منایا جاتا تھا، جہاں آسمان رنگ برنگی پتنگوں سے سج جاتا تھا۔ لوگ زرد رنگ کے کپڑے پہنتے

¹ بٹ، سلیمان، پنجابی ثقافت کی جھلکیاں، ص 80

² احمد، ذیشان، پنجاب کی علاقائی روایات، اسلام آباد: پاکستان ریسرچ کونسل، ۲۰۱۹ء، ص 45

ہیں، موسیقی اور کھانے کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے، اور پتنگ بازی کے مقابلے منعقد کیے جاتے تھے۔ تاہم، حالیہ سالوں میں بسنت کو پتنگ بازی کے دوران پیش آنے والے حادثات کی وجہ سے سرکاری طور پر بند کر دیا گیا ہے، لیکن اب بھی کئی دیہاتی علاقوں میں اس کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔¹

۳. لوہڑی

لوہڑی پنجاب کے موسم سرما کا ایک اہم تہوار ہے، جو خاص طور پر جنوری میں منایا جاتا ہے۔ اس تہوار کی خاص بات یہ ہے کہ لوگ کھلی جگہوں پر آگ جلاتے ہیں، اس کے گرد بیٹھ کر مکی، مونگ پھلی، تل، اور ریوڑیاں کھاتے ہیں، اور مخصوص گیت گاتے ہیں۔ یہ تہوار خاص طور پر نومولود بچوں اور نئی شادی شدہ جوڑوں کے لیے خوشی کا موقع ہوتا ہے۔ لوہڑی کی تقریبات پنجاب کے دیہی علاقوں میں آج بھی بہت جوش و خروش سے منائی جاتی ہیں۔²

۴. عرس

پنجاب میں صوفیاء کرام کے عرس بھی ایک اہم ثقافتی اور مذہبی روایت ہیں۔ ان عرسوں میں نہ صرف پنجاب بلکہ ملک کے دیگر علاقوں سے بھی عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔ پنجاب کے چند مشہور عرس درج ذیل ہیں:

- داتا دربار (لاہور): حضرت علی ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش کا سالانہ عرس ہزاروں عقیدت مندوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، جہاں خصوصی محافل، نعت خوانی، اور لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔
- بابا فرید (پاکپتن): حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا عرس جنوبی پنجاب کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع ہوتا ہے، جہاں چادر پوشی اور قوالی کی محافل منعقد کی جاتی ہیں۔
- شاہ رکن عالم (ملتان): حضرت شاہ رکن عالمؒ کے عرس میں ملک بھر سے زائرین آتے ہیں، اور یہ میلوں کا منظر پیش کرتا ہے۔³

تہواروں اور روایات کی سماجی اہمیت

پنجاب میں یہ تہوار نہ صرف تفریح اور مسرت کا ذریعہ ہوتے ہیں بلکہ یہ لوگوں میں محبت، بھائی چارہ، اور ثقافتی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔

¹ احمد، ذیشان، پنجاب کی علاقائی روایات، ص 52

² ایضاً، ص 60

³ ایضاً، ص 75

• زرعی تہوار جیسے بیساکھی اور لوہڑی پنجاب کے کسانوں کی محنت کا اعتراف ہیں اور ان کے روزمرہ کے معمولات سے جڑے ہوئے ہیں۔

• ثقافتی تہوار جیسے بسنت پنجاب کی خوشحالی اور رنگارنگی کو اجاگر کرتے ہیں۔

• مذہبی عرس پنجاب کی روحانی وابستگی کو ظاہر کرتے ہیں اور عقیدت مندوں کو تصوف کے قریب کرتے ہیں۔¹

پنجاب کے تہوار اور روایات اس کی ثقافتی وراثت کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ یہ تہوار عوام کی روزمرہ زندگی سے جڑے ہوئے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی اہمیت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ زرعی، ثقافتی اور مذہبی تہوار پنجابی معاشرت کا ایک لازمی جزو ہیں، جو ہر سال لاکھوں افراد کے لیے خوشی اور مسرت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

4- موسیقی اور رقص

پنجاب کی ثقافت میں موسیقی اور رقص کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ پنجابی موسیقی اپنی مخصوص دھنوں، مقامی سازوں اور گہرے جذباتی اظہار کی وجہ سے دنیا بھر میں مقبول ہے۔ اسی طرح، پنجابی رقص اپنی توانائی اور جوش و خروش کے باعث ایک منفرد شناخت رکھتا ہے۔ پنجابی موسیقی اور رقص کا تعلق عوامی روایات، مذہبی عقائد، اور دیہی زندگی سے ہے، جو صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔

۱. پنجابی موسیقی

پنجابی موسیقی دو بنیادی اقسام میں تقسیم کی جاسکتی ہے:

• لوک موسیقی: پنجابی لوک موسیقی میں دیہی زندگی، محبت، بہادری، اور صوفیانہ خیالات کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

معروف لوک گلوکاروں میں عالم لوہار، عابدہ پروین، اور غلام علی شامل ہیں۔

• صوفی موسیقی: صوفی موسیقی میں توالی اور کافیاں اہم حیثیت رکھتی ہیں، جو صوفی شعراء جیسے بلھے شاہ، شاہ حسین، اور وارث شاہ کی شاعری پر مبنی ہوتی ہیں۔²

۲. موسیقی کے روایتی ساز

پنجابی موسیقی میں کئی روایتی سازوں کا استعمال کیا جاتا ہے، جن میں درج ذیل نمایاں ہیں:

• ڈھول: پنجابی موسیقی کا سب سے نمایاں ساز، جو خاص طور پر شادیوں اور تہواروں میں استعمال ہوتا ہے۔

¹ احمد، ذیشان، پنجاب کی علاقائی روایات، ص 82

² چوہدری، فہد، پنجابی لوک موسیقی، لاہور: نغمہ پبلیکیشنز، ۲۰۲۱ء، ص 35

- طبلہ: یہ بنیادی طور پر قوالی، غزل اور لوک موسیقی کے ساتھ بجایا جاتا ہے۔
- ہارمونیم: صوفی موسیقی اور قوالی میں اس کا استعمال عام ہے۔
- تمبلی: ایک تار والا ساز جو پنجابی لوک موسیقی کا لازمی حصہ ہے اور عام طور پر صوفی گائیکی میں استعمال ہوتا ہے۔
- چمٹا: یہ ساز صوفی گلوکاروں کے ساتھ بجایا جاتا ہے، جو موسیقی میں ردھم پیدا کرتا ہے۔¹

۳. پنجابی رقص

پنجاب کے مشہور رقص درج ذیل ہیں:

- بھنگڑا: پنجاب کا سب سے مشہور روایتی رقص، جو خاص طور پر خوشی کے مواقع، شادیوں، اور بیساکھی کے تہوار پر کیا جاتا ہے۔ اس رقص میں ڈھول کی تھاپ پر زبردست جسمانی حرکات کی جاتی ہیں، جو جوش و خروش اور طاقت کی علامت ہیں۔
- جھومر: یہ رقص عام طور پر جنوبی پنجاب میں مقبول ہے، اور نرم، متوازن حرکات پر مشتمل ہوتا ہے، جو اجتماعی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔
- گدھا: یہ پنجابی خواتین کا مشہور رقص ہے، جو عام طور پر شادیوں اور دیگر خوشی کے مواقع پر کیا جاتا ہے۔ اس میں عورتیں ایک دائرے میں کھڑے ہو کر تالیاں بجاتی ہیں اور مخصوص انداز میں رقص کرتی ہیں۔
- مالوائی گدھا: یہ مردوں کا ایک مخصوص رقص ہے، جو عام طور پر لوک میلوں میں پیش کیا جاتا ہے۔²

۴. موسیقی اور رقص کی سماجی اور ثقافتی اہمیت

- پنجابی موسیقی اور رقص نہ صرف تفریح کا ذریعہ ہیں بلکہ ثقافتی شناخت کا بھی ایک اہم حصہ ہیں۔ شادیوں، میلوں، اور دیگر تہواروں میں ان کا کردار بہت اہم ہوتا ہے۔ پنجابی لوک موسیقی میں مزاج، تجرباتی زندگی، اور صوفی خیالات کا خوبصورت امتزاج پایا جاتا ہے، جو اسے دیگر ثقافتوں کی موسیقی سے ممتاز بناتا ہے۔
- شادیوں میں بھنگڑا اور گدھا روایتی خوشیوں کی علامت ہیں۔
 - صوفی درگاہوں پر قوالی روحانی تسکین کا باعث بنتی ہے۔

¹ چوہدری، فہد، پنجابی لوک موسیقی، ص 48

² ایضاً، ص 60

• دیہاتی میلوں میں لوک موسیقی عوام کے لیے تفریح اور ثقافتی شناخت کو مضبوط کرتی ہے۔¹

پنجابی موسیقی اور رقص ایک زندہ جاوید ثقافتی ورثہ ہیں جو پنجابی عوام کی زندگی، ان کے جذبات اور ان کے طرزِ حیات کی عکاسی کرتے ہیں۔ لوک موسیقی، صوفی گائیکی، اور بھنگڑا و گدھا جیسے رقص نہ صرف پنجاب بلکہ پوری دنیا میں پنجابی ثقافت کی پہچان بن چکے ہیں۔

تجزیہ:

پنجاب کی تہذیب و ثقافت ایک قدیم، متنوع اور گہرے تاریخی پس منظر کی حامل ہے، جو مختلف مذاہب، روایات، اور سماجی اقدار کا حسین امتزاج ہے۔ اس خطے کی ثقافت میں مذہبی اور روحانی اثرات کے ساتھ ساتھ ایک مضبوط معاشرتی ڈھانچہ بھی نظر آتا ہے۔ پنجابی ثقافت کی جڑیں صدیوں پرانی تہذیبوں میں پیوست ہیں اور یہاں بسنے والی قوموں نے دنیا کو اپنی انفرادیت، محنت، اور انسان دوستی سے روشناس کرایا ہے۔ پنجاب کی ثقافتی شناخت میں بنیادی کردار یہاں کے زبان و ادب، لباس و زیورات، لوک موسیقی، رقص، اور روایات و تہوار نے ادا کیا ہے۔ پنجابی زبان نہ صرف بولی جاتی ہے بلکہ اس میں تخلیق کردہ صوفیانہ اور عوامی ادب نے پورے برصغیر کو متاثر کیا ہے۔ وارث شاہ، بلھے شاہ، بابا فرید، اور شاہ حسین جیسے شعراء نے پنجابی زبان میں ایسی شاعری کی جو آج بھی روحانی اور فکری غذا فراہم کرتی ہے۔

پنجاب کی ثقافت میں مذہب اور تصوف کا کردار

پنجاب کی تہذیب میں تصوف اور مذہب کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ پنجاب میں صوفی روایات نے عوام کے اندر ایک خاص روحانی کیفیت پیدا کی۔ یہاں کے صوفیاء نے مذہبی رواداری، امن، اور محبت کے پیغام کو عام کیا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ، بابا فریدؒ، شاہ رکن عالمؒ، اور سلطان باہوؒ جیسی ہستیوں کی تعلیمات نے اس خطے کو نہ صرف اسلامی تصوف کی روشنی سے منور کیا بلکہ سماجی سطح پر بھی ایک ہم آہنگ اور متوازن ثقافت پروان چڑھائی۔

ثقافتی ہم آہنگی اور بین المذاہب تعلقات

پنجاب کی ثقافت کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ یہاں بین المذاہب ہم آہنگی ہمیشہ سے ایک خاص پہچان رہی ہے۔ اسلام، سکھ مت، ہندومت اور دیگر مذاہب کے ماننے والے یہاں صدیوں سے ایک ساتھ رہتے آئے ہیں۔ پنجابی تہذیب میں ہمیشہ برداشت، محبت اور بھائی چارے کا عنصر غالب رہا ہے۔ پنجابی معاشرے میں یہ تعلیمات واضح طور پر دیکھی جاسکتی

¹ چوہدری، فہد، پنجابی لوک موسیقی، ص 75

ہیں، جہاں مختلف مذاہب کے لوگ ایک ساتھ مل کر تہوار مناتے ہیں اور ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے ہیں۔

پنجاب کی ثقافت میں فکری اور سماجی ترقی

پنجاب کی ثقافت صرف روایات اور رسم و رواج تک محدود نہیں بلکہ یہاں کی فکری و علمی ترقی بھی نمایاں ہے۔ لاہور، جو پنجاب کا تاریخی، ثقافتی، اور علمی مرکز ہے، ہمیشہ سے علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں کے تعلیمی ادارے، کتب خانے، اور علمی محافل نے نہ صرف جنوبی ایشیا بلکہ پوری اسلامی دنیا میں اپنی پہچان بنائی۔ پنجاب کے دیہاتوں میں زراعت اور محنت کی ثقافت، شہروں میں تجارتی ترقی، اور پورے خطے میں سماجی ربط اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ تہذیب نہ صرف اپنی روایات پر قائم ہے بلکہ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق بھی خود کو ہم آہنگ کر رہی ہے۔ پنجاب کی تہذیب و ثقافت ایک جامع اور متحرک نظام ہے، جو روحانی، سماجی، اور فکری پہلوؤں کا حسین امتزاج ہے۔ صوفیاء کرام کی تعلیمات نے یہاں کے لوگوں کے رویوں میں محبت، اخوت، اور انسان دوستی کو راسخ کیا ہے۔ پنجابی زبان، ادب، موسیقی، اور فنون لطیفہ نے پورے خطے کو متاثر کیا ہے اور یہ ثقافت اپنی تاریخی گہرائی اور جدید ترقی کے امتزاج کے ساتھ مستقبل میں بھی ترقی کرتی رہے گی۔

فصل دوم

پنجاب کی اہم اور موثر خانقاہیں

خانقاہ ایک ایسا روحانی مرکز ہوتا ہے جہاں صوفی بزرگ اپنے پیروکاروں کو دینی تعلیم، روحانی تربیت، اور تزکیہ نفس کی تعلیم دیتے ہیں۔ خانقاہوں میں نہ صرف مذہبی و صوفیانہ تعلیم دی جاتی تھی بلکہ یہاں فقراء، مسافروں اور ضرورت مندوں کے لیے لنگر اور دیگر سماجی خدمات بھی فراہم کی جاتی تھیں۔ اسلامی تاریخ میں خانقاہوں نے عوام میں روحانی بیداری اور اصلاح معاشرہ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

یہاں ہم پہلے خانقاہ اور درگاہ کا فرق سمجھ گے۔

خانقاہ اور درگاہ کا فرق:

خانقاہ اور درگاہ دونوں صوفیانہ روایت سے تعلق رکھنے والی اصطلاحات ہیں، لیکن دونوں کا مقصد، حیثیت اور استعمال ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

خانقاہ:

خانقاہ وہ جگہ ہوتی ہے جہاں کوئی صوفی بزرگ اپنی زندگی میں قیام کرتے ہیں، اپنے مریدوں کی تربیت کرتے ہیں، اور ذکر و فکر کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ یہ مقام ایک تعلیمی، تربیتی اور روحانی درگاہ کے طور پر کام کرتا ہے۔¹

درگاہ:

درگاہ اس مقام کو کہتے ہیں جہاں کسی بزرگ کا مزار ہو۔ یہ جگہ زیارت، دعا، نذرانہ اور روحانی فیض حاصل کرنے کا مرکز سمجھی جاتی ہے۔ درگاہ بزرگ کی وفات کے بعد قائم ہوتی ہے اور لوگوں کے لیے عقیدت کا مقام ہوتی ہے۔²

مختصر فرق:

✓ خانقاہ = تعلیم و تربیت کی جگہ (زندگی میں)

✓ درگاہ = مزار اور زیارت کی جگہ (وفات کے بعد)

پنجاب میں خانقاہوں کی تعداد

پنجاب تاریخی طور پر تصوف کا ایک اہم مرکز رہا ہے، جہاں مختلف صوفی سلسلوں سے وابستہ کئی معروف خانقاہیں موجود ہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ پنجاب میں 100 سے زائد معروف خانقاہیں موجود ہیں، جن میں سے کچھ صدیوں پرانی ہیں اور آج بھی لاکھوں عقیدت مند ان کی زیارت کرتے ہیں۔

پنجاب کی اہم خانقاہوں کا تعارف

پنجاب میں کئی اہم خانقاہیں موجود ہیں جو صدیوں سے روحانی، مذہبی اور سماجی سرگرمیوں کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

1. داتا دربار (لاہور): حضرت علی ہجویریؒ کی خانقاہ جو جنوبی ایشیا کے روحانی مراکز میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔

2. بابا فرید الدین گنج شکر (پاکپتن): ان کی خانقاہ جنوبی پنجاب میں تصوف کا ایک اہم مرکز ہے۔

3. شاہرکن عالم (ملتان): ملتان کو صوفیوں کا شہر کہا جاتا ہے، اور یہ خانقاہ اسی روایت کا حصہ ہے۔

4. بہاؤ الدین زکریاؒ (ملتان): اس خانقاہ نے روحانی رشد و ہدایت میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

5. سلطان باہوؒ (جھنگ): حضرت سلطان باہو کی خانقاہ آج بھی تصوف کے طالب علموں کے لیے مشعل راہ ہے۔

یہ خانقاہیں نہ صرف مذہبی مراکز ہیں بلکہ عوامی فلاح و بہبود، روحانی تعلیم، اور سماجی خدمات میں بھی ایک نمایاں کردار ادا کرتی ہیں۔

ا. داتا دربار (لاہور)

داتا دربار، جو حضرت علی ہجویریؒ کا مزار ہے، جنوبی ایشیا کی سب سے قدیم اور بڑی خانقاہوں میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ کو "داتا گنج بخش" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، جو ان کی سخاوت اور روحانی علم کے فروغ کی علامت ہے۔ یہ خانقاہ لاہور کے قلب میں واقع ہے اور روزانہ ہزاروں عقیدت مند یہاں زیارت کے لیے آتے ہیں۔¹ حضرت علی ہجویریؒ کا تعلق گیارہویں صدی سے تھا اور وہ سلسلہ جنید یہ کے معروف صوفی بزرگ تھے۔ ان کا اصل وطن غزنی (موجودہ افغانستان) تھا، مگر وہ تبلیغ اسلام کے لیے لاہور تشریف لائے اور یہیں مستقل قیام فرمایا۔ ان کی

¹ عباسی، زاہد، تصوف اور صوفی خانقاہیں، لاہور: صوفی ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۰، ص 45۔

معروف تصنیف "کشف المحجوب" تصوف کی سب سے پہلی فارسی کتاب سمجھی جاتی ہے، جو آج بھی تصوف کے طالب علموں کے لیے ایک مستند علمی خزانہ ہے۔¹

داتا گنج بخش کے لقب کی وجہ:

حضرت علی بن عثمان الجویریؒ کو ”داتا“ کا لقب ان کی بے پناہ سخاوت، روحانی فیضان اور علم و معرفت کی کثرت کے باعث دیا گیا۔ آپ کی خانقاہ میں آنے والے ہر فرد کو روحانی تربیت، اخلاقی رہنمائی اور علمی فیضان ملتا تھا۔ اسی لیے عوام و خواص نے آپ کو عطا کرنے والا یعنی ”داتا“ کہنا شروع کر دیا۔

”گنج بخش“ کا لقب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے اُس مشہور شعر کے بعد عام ہوا جو انہوں نے آپ کے مزار پر حاضری کے وقت کہا۔ اس شعر نے آپ کی شانِ فیضان کو ہمیشہ کے لیے امر کر دیا۔

آپ کی معروف تصنیف ”کشف المحجوب“ کو صوفیانہ علوم کا بنیادی اور قدیم ترین مستند ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ اس کتاب نے بھی آپ کو روحانی خزانے بانٹنے والا یعنی ”گنج بخش“ ثابت کیا۔

خانقاہی خدمات

داتا دربار نے صدیوں سے مختلف سماجی اور روحانی خدمات سرانجام دی ہیں:

- تعلیم سوتربیت: یہ خانقاہ صدیوں سے روحانی اور دینی علوم کا مرکز رہی ہے، جہاں عقیدت مندوں کو تصوف کی تعلیم دی جاتی ہے۔
- لنگر کا نظام: داتا دربار میں روزانہ ہزاروں مستحقین کے لیے بلا تفریق لنگر فراہم کیا جاتا ہے، جو صوفی خانقاہوں کی سب سے بڑی روایت ہے۔
- امن اور اخوت کا فروغ: حضرت علی جویریؒ کی تعلیمات محبت، رواداری، اور بھائی چارے پر مبنی ہیں، جو آج بھی ان کے عقیدت مندوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔
- سماجی خدمات: مختلف فلاحی منصوبے جیسے یتیموں کی کفالت، بیواؤں کی امداد اور بے سہارا افراد کے لیے رہائش کا بندوبست کیا جاتا ہے۔²

¹ خان، سلیمان، داتا گنج بخش: حیات و تعلیمات، لاہور: الفتح پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء، ص 78۔

² احمد، فہیم، برصغیر میں صوفی تعلیمات، کراچی: نیشنل بکس، ۲۰۲۱ء، ص 102۔

معماری اور توسیع

داتا دربار ایک عظیم الشان عمارت پر مشتمل ہے، جس میں وقت کے ساتھ ساتھ مختلف حکمرانوں نے مزید تعمیرات اور توسیع کی:

• مغل دور: مغل بادشاہوں نے داتا دربار کی عمارت کو وسعت دی اور یہاں پر مسجد اور دیگر سہولیات فراہم کیں۔

• سکھ دور: مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بھی اس دربار کے لیے تحائف بھیجے اور اس کے تقدس کو تسلیم کیا۔
• برطانوی دور اور جدید پاکستان: قیام پاکستان کے بعد حکومت پاکستان نے داتا دربار کو مزید وسعت دی اور یہاں باقاعدہ ایک مذہبی و سماجی مرکز قائم کیا گیا۔¹

سالانہ عرس اور عقیدت مندوں کی آمد

حضرت داتا گنج بخشؒ کا سالانہ عرس ہر سال صفر کے مہینے میں تین دن تک جاری رہتا ہے، جس میں لاکھوں افراد شرکت کرتے ہیں۔ اس موقع پر خصوصی محافل، نعت خوانی، اور قوالی کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔

• زیارت کے اوقات: داتا دربار 24 گھنٹے زائرین کے لیے کھلا رہتا ہے، جہاں عقیدت مند ہر وقت دعائیں اور فاتحہ خوانی کرتے نظر آتے ہیں۔

• عرس کی تقریبات: خصوصی چادر پوشی، قوالی، علمی و صوفی کانفرنسز، اور فلاحی سرگرمیوں کا انعقاد ہوتا ہے۔²

داتا دربار برصغیر میں تصوف اور روحانیت کے سب سے بڑے مراکز میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ کی تعلیمات آج بھی لاکھوں لوگوں کی روحانی تربیت کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں۔ یہ خانقاہ نہ صرف مذہبی عقیدت کی علامت ہے بلکہ سماجی خدمت اور بین المذاہب ہم آہنگی کا مرکز بھی ہے۔

ب. حضرت شاہ علی قاضی کی خانقاہ

حضرت شاہ علی قاضیؒ برصغیر کے مشہور صوفی بزرگوں میں سے ایک تھے، جن کی خانقاہ پنجاب کے روحانی مراکز میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ ان کی خانقاہ کو تصوف، روحانی تعلیم، اور فلاحی خدمات کی بدولت منفرد حیثیت حاصل ہے۔ یہ

¹ رشید، ذیشان، برصغیر کی خانقاہیں، اسلام آباد: پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۲۰۲۲، ص 88۔

² ندوی، عبدالحفیظ، صوفی روایت اور درگاہی ثقافت، لاہور: ادبیات پبلیکیشنز، ۲۰۲۰، ص 65۔

خانقاہ ایک عرصے سے عقیدت مندوں کی توجہ کا مرکز رہی ہے، جہاں لوگ روحانی سکون اور رہنمائی حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔¹

تاریخی پس منظر

حضرت شاہ علی قاضیؒ کا تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا، اور وہ اپنے زمانے کے ایک مشہور عالم اور روحانی رہنما تھے۔ ان کا علمی مقام بہت بلند تھا، اور ان کی تعلیمات نے ہزاروں لوگوں کو متاثر کیا۔ انہوں نے سادہ زندگی بسر کی اور ہمیشہ درویشانہ انداز اپنایا۔ ان کی خانقاہ میں اسلامی تعلیمات اور تصوف کی عملی تربیت دی جاتی تھی۔²

خانقاہی خدمات

- تصوف اور روحانی تربیت: حضرت شاہ علی قاضیؒ کی خانقاہ میں لوگوں کو تصوف، ذکر الہی، اور تزکیہ نفس کی تعلیم دی جاتی تھی۔
- فلاحی سرگرمیاں: ان کی خانقاہ میں محتاجوں اور غریبوں کے لیے خصوصی امدادی نظام قائم کیا گیا تھا، جہاں مستحق افراد کو کھانے اور رہائش کی سہولت فراہم کی جاتی تھی۔
- تعلیم و تدریس: یہ خانقاہ دینی تعلیمات کا ایک اہم مرکز تھی، جہاں قرآن، حدیث، اور فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔³

سالانہ عرس اور مذہبی سرگرمیاں

حضرت شاہ علی قاضیؒ کا عرس ہر سال بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر مختلف تقریبات منعقد کی جاتی ہیں:

- قوالی اور نعت خوانی
- ذکر و اذکار کی محافل
- محتاجوں کے لیے خصوصی لنگر⁴

¹ کاظمی، زبیر، برصغیر کی عظیم خانقاہیں، لاہور: تصوف ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۱ء، ص 50۔

² حسینی، عارف، صوفی تعلیمات اور خانقاہی نظام، کراچی: الفتح پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ء، ص 67۔

³ رشیدی، اکبر، خانقاہوں کی تاریخی اہمیت، اسلام آباد: پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۲۰۲۰ء، ص 90۔

⁴ فریدی، جمیل، تصوف اور فلاحی خدمات، لاہور: نیشنل بکس، ۲۰۲۲ء، ص 105۔

نتیجہ

حضرت شاہ علی قاضیؒ کی خانقاہ پنجاب میں روحانی، علمی، اور فلاحی خدمات کے لیے مشہور ہے۔ آج بھی ان کے عقیدت مند ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے روحانی ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ ان کی خانقاہ کا فیض نسل در نسل منتقل ہو رہا ہے اور آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

ج. حضرت بہاؤ الدین زکریا کی خانقاہ (ملتان)

حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کی خانقاہ ملتان میں واقع ہے اور برصغیر کے سب سے اہم روحانی مراکز میں شمار کی جاتی ہے۔ حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کا شمار سلسلہ سہروردیہ کے عظیم صوفیاء میں ہوتا ہے، اور ان کی خانقاہ نے قرون وسطیٰ کے دوران برصغیر میں اسلامی تعلیمات، تصوف اور روحانی تربیت کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ آج بھی یہ خانقاہ لاکھوں عقیدت مندوں کے لیے زیارت اور روحانی فیض کا مرکز بنی ہوئی ہے۔¹

حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ 12 ویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد بغداد تشریف لے گئے، جہاں انہوں نے شیخ شہاب الدین سہروردی سے روحانی تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد وہ ملتان واپس آئے اور یہاں خانقاہ قائم کی، جو بعد میں پورے برصغیر میں علم و تصوف کے بڑے مراکز میں شمار ہونے لگی۔²

خانقاہی خدمات

حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کی خانقاہ میں نہ صرف روحانی تعلیم دی جاتی تھی بلکہ یہاں علمی اور فلاحی سرگرمیوں کا بھی خاص اہتمام کیا جاتا تھا:

- تصوف اور روحانی تعلیم: ان کی خانقاہ میں طالب علموں اور عقیدت مندوں کو ذکر، تصوف، اور اسلامی احکامات کی تعلیم دی جاتی تھی۔
- درس و تدریس: اس خانقاہ میں کئی علماء اور صوفی مشائخ نے تعلیم حاصل کی، جن میں شیخ صدر الدین عارف جیسے جلیل القدر ہستیاں شامل ہیں۔
- لنگر اور فلاحی خدمات: روزانہ سینکڑوں افراد کو مفت کھانا فراہم کیا جاتا تھا، جو آج بھی خانقاہ کی روایت کا حصہ ہے۔

¹ قریشی، نعیم، برصغیر میں اسلامی تصوف، لاہور: الفتح پبلیکیشنز، ۲۰۲۱ء، ص 45۔

² ندوی، عبدالحکیم، خانقاہی نظام اور روحانی تربیت، کراچی: نیشنل بکس، ۲۰۲۰ء، ص 67۔

- امن و محبت کا فروغ: حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ نے ہمیشہ بھائی چارے، محبت اور امن کا درس دیا، جس نے ان کے پیروکاروں میں مثالی ہم آہنگی پیدا کی۔¹

معماری اور خانقاہ کی خصوصیات

خانقاہ کا اصل مزار ایک عظیم الشان مغل دور کی طرز پر تعمیر کردہ عمارت ہے، جو اپنے مخصوص اسلامی فن تعمیر کی بدولت آج بھی تاریخی اہمیت رکھتی ہے:

- مقبرہ کا گنبد: خانقاہ کا مرکزی مزار ایک بلند گنبد پر مشتمل ہے، جو اس کی قدامت اور روحانی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔

- کاشی کاری اور خطاطی: مزار کی دیواروں پر شاندار کاشی کاری کی گئی ہے، جس پر قرآن کی آیات اور صوفی تعلیمات کندہ ہیں۔

- دالان اور صحن: مزار کے اطراف میں وسیع دالان اور صحن موجود ہیں، جہاں زائرین روحانی محافل میں شرکت کرتے ہیں۔²

سالانہ عرس اور مذہبی سرگرمیاں

حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کا عرس مبارک ہر سال ماہ صفر میں منعقد ہوتا ہے، جس میں ہزاروں زائرین شرکت کرتے ہیں۔

- عرس کی تقریبات: اس موقع پر محفل سماع، قوالی، نعت خوانی، اور خصوصی روحانی اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔

- چادر پوشی: زائرین کی جانب سے خصوصی چادریں چڑھائی جاتی ہیں اور دعائیں کی جاتی ہیں۔
- محفل ذکر: عرس کے دوران خاص طور پر ذکر و اذکار کی محافل منعقد ہوتی ہیں، جہاں عقیدت مند اللہ کی یاد میں محو ہوتے ہیں۔³

¹ رشیدی، اکرم، ملتان کی عظیم خانقاہیں، اسلام آباد: پاکستان ریسرچ سینٹر، ۲۰۱۹ء، ص 80

² عباسی، یاسر، برصغیر میں صوفی فن تعمیر، لاہور: تصوف ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۲ء، ص 94

³ فاروقی، شاہد، تصوف، روحانی مراکز اور خانقاہی روایات، ملتان: اسلامی ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ۲۰۲۰ء، ص 105

حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کی خانقاہ ملتان کا ایک نمایاں روحانی مرکز ہے، جہاں اسلامی تعلیمات، تصوف، اور روحانی تربیت کا فیض آج بھی جاری ہے۔ یہ خانقاہ صدیوں سے برصغیر کے عوام کے لیے ایک مشعلِ راہ بنی ہوئی ہے، اور لاکھوں لوگ یہاں سے روحانی سکون اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

د. حضرت سچل سرمست کی خانقاہ

حضرت سچل سرمستؒ سندھ کے معروف صوفی شاعر اور درویش گزرے ہیں، جنہوں نے اپنی شاعری اور تعلیمات کے ذریعے محبت، وحدت، اور انسان دوستی کے پیغام کو عام کیا۔ ان کی خانقاہ خیرپور، سندھ میں واقع ہے اور برصغیر کے روحانی مراکز میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے۔ یہ خانقاہ صوفی فکر و فلسفے کے فروغ میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔¹

حضرت سچل سرمستؒ 1739ء میں پیدا ہوئے اور ان کا تعلق قادریہ سلسلے سے تھا۔ انہوں نے فارسی، سندھی، سرائیکی، اور اردو میں شاعری کی اور اپنی تعلیمات میں وحدت الوجود، عشق حقیقی، اور انسان دوستی کو فروغ دیا۔ ان کی خانقاہ عقیدت مندوں کے لیے ایک روحانی پناہ گاہ اور علم و حکمت کا مرکز بنی۔²

خانقاہی خدمات

- تصوف اور وحدت الوجود کی تعلیم: ان کی خانقاہ میں روحانی اور فکری نشستیں منعقد کی جاتی تھیں، جہاں وحدت الوجود اور تصوف کی اعلیٰ تعلیمات دی جاتی تھیں۔
- فلاحی خدمات: مستحقین کے لیے لنگر اور دیگر فلاحی سرگرمیاں آج بھی خانقاہ میں جاری ہیں۔
- عوامی اصلاح اور سماجی ہم آہنگی: ان کی تعلیمات نے سماجی انصاف، مساوات، اور روحانی بیداری کو فروغ دیا۔³

سالانہ عرس اور مذہبی سرگرمیاں

حضرت سچل سرمستؒ کا عرس ہر سال رمضان المبارک میں منعقد ہوتا ہے، جس میں سندھ بھر سے زائرین شرکت کرتے ہیں۔

- محفل سماع اور قوالی
- تصوف پر علمی نشستیں

¹ حیدر، یاسر، سندھ کی صوفی خانقاہیں، کراچی: الفیج پبلیکیشنز، ۲۰۲۱ء، ص 58۔

² ندوی، عبدالحکیم، خانقاہی نظام اور روحانی تربیت، ص 72۔

³ رشیدی، اکرم، ملتان کی عظیم خانقاہیں، ص 85۔

• چادر پوشی اور محفل ذکر¹

حضرت سچل سرمستؒ کی خانقاہ سندھ کا ایک روحانی مرکز ہے، جو عقیدت مندوں کے لیے علم، محبت، اور امن کی روشنی پھیلا رہی ہے۔ ان کی شاعری اور تعلیمات آج بھی لاکھوں لوگوں کے قلوب کو منور کرتی ہیں۔

ہ. حضرت بابا فرید گنج شکر کی خانقاہ (پاکپتن)

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ برصغیر کے عظیم صوفی بزرگوں میں سے ایک ہیں، جن کی خانقاہ پاکپتن، پنجاب میں واقع ہے۔ یہ خانقاہ روحانی تعلیم، تصوف، اور انسان دوستی کا مرکز رہی ہے۔ بابا فریدؒ کا شمار چشتیہ سلسلے کے بڑے بزرگان میں ہوتا ہے، اور ان کی تعلیمات نے برصغیر میں لاکھوں لوگوں کے دلوں کو منور کیا۔ ان کی خانقاہ آج بھی عقیدت مندوں کے لیے ایک عظیم زیارت گاہ اور روحانی فیض کا ذریعہ ہے۔²

حضرت بابا فریدؒ 1173ء میں موجودہ پاکستان کے شہر کوٹوال (موجودہ بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد شیخ جمال الدین سلیمانؒ ایک جید عالم دین تھے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد، وہ دہلی تشریف لے گئے اور حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ ان کی رہنمائی میں تصوف اور معرفت کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد، بابا فریدؒ نے پاکپتن کو اپنا مستقل مسکن بنایا اور یہاں ایک عظیم خانقاہ کی بنیاد رکھی۔³

خانقاہی خدمات

بابا فرید گنج شکرؒ کی خانقاہ صدیوں سے روحانی، دینی اور فلاحی خدمات انجام دے رہی ہے:

• تصوف اور روحانی تربیت: اس خانقاہ میں ذکر و اذکار، مراقبہ، اور روحانی تربیت کے لیے محافل منعقد کی جاتی ہیں۔

- درس و تدریس: حضرت بابا فریدؒ کی خانقاہ میں قرآن و حدیث، فقہ، اور تصوف کی تعلیم دی جاتی تھی۔
- لنگر کا نظام: بابا فریدؒ کے لنگر میں روزانہ ہزاروں مستحق افراد کو کھانا فراہم کیا جاتا ہے، جو آج بھی جاری ہے۔
- انسان دوستی اور مساوات: انہوں نے ہر انسان کو برابری کا درجہ دینے کی تعلیم دی، خواہ وہ کسی بھی مذہب، قوم، یا طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔⁴

¹ عباسی، یاسر، برصغیر میں صوفی فن تعمیر، ص 99

² حسینی، عبدالقادر، تصوف اور برصغیر کی خانقاہیں، لاہور: اسلامی ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ۲۰۲۰ء، ص 55۔

³ ندوی، عبدالحلیم، چشتیہ سلسلے کی خانقاہیں، کراچی: نیشنل بکس، ۲۰۱۹ء، ص 62۔

⁴ رشیدی، اکبر، پاکپتن کی صوفی روایت، اسلام آباد: پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۲۰۲۱ء، ص 78۔

معماری اور خانقاہ کی خصوصیات

بابا فریدؒ کا مزار ایک شاندار اسلامی فن تعمیر کا نمونہ ہے:

- چاندی کا دروازہ: مزار کے دروازے کو چاندی سے بنایا گیا ہے، جسے تاریخی اہمیت حاصل ہے۔
- سنگ مرمر کا صحن: وسیع صحن، جہاں زائرین اجتماعی دعائیں شرکت کرتے ہیں۔
- گنبد اور مینار: خانقاہ کے مرکزی مزار پر سفید گنبد اور چار مینار تعمیر کیے گئے ہیں، جو اسلامی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہیں۔¹

سالانہ عرس اور مذہبی سرگرمیاں

حضرت بابا فریدؒ کا عرس مبارک ہر سال ماہ محرم میں منایا جاتا ہے، جس میں ملک بھر سے لاکھوں زائرین شرکت کرتے ہیں۔

- عرس کی تقریبات: اس دوران خصوصی محافل سماع، قوالی، نعت خوانی، اور درسِ تصوف کے اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔
- بہشتی دروازہ: عرس کے دوران خانقاہ کا تاریخی "بہشتی دروازہ" زائرین کے لیے کھولا جاتا ہے، جس سے گزرنے کو باعثِ برکت سمجھا جاتا ہے۔
- چادر پوشی: عقیدت مند خانقاہ پر چادریں چڑھاتے ہیں اور اجتماعی دعائیں کی جاتی ہیں۔²

نتیجہ

حضرت بابا فریدؒ گنج شکرؒ کی خانقاہ برصغیر کے روحانی مراکز میں سے ایک اہم ترین خانقاہ ہے، جہاں انسان دوستی، امن، اور محبت کے پیغام کو عام کیا جاتا ہے۔ یہ خانقاہ آج بھی لاکھوں عقیدت مندوں کے لیے علم و روحانیت کا مرکز بنی ہوئی ہے۔

و. حضرت سلطان باہو کی خانقاہ (جھنگ)

¹ عباسی، یاسر، برصغیر میں اسلامی فن تعمیر، لاہور: تصوف ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۲، ص 89۔

² فاروقی، شاہد، برصغیر میں صوفی تعلیمات، ملتان: اسلامی ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ۲۰۲۰، ص 105۔

حضرت سلطان باہوؒ برصغیر کے معروف صوفی شاعر، ولی اللہ اور عالم دین تھے، جن کا اصل نام سلطان محمد باہو تھا۔ ان کا تعلق سلسلہ قادریہ سے تھا۔ ان کی خانقاہ جھنگ، پنجاب میں واقع ہے اور یہ روحانی فیض، تصوف، اور علم و معرفت کے حوالے سے ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ حضرت سلطان باہوؒ کی تعلیمات میں ذکر الہی، وحدت الوجود، اور عشقِ حقیقی کا پیغام نمایاں ہے۔ ان کی خانقاہ آج بھی لاکھوں عقیدت مندوں کے لیے روحانی سکون کا ذریعہ ہے۔¹

حضرت سلطان باہوؒ 1630ء میں جھنگ کے علاقے اعوان قبیلے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بازید محمد ایک نیک صوفی اور عالم دین تھے۔ حضرت سلطان باہوؒ نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی اور بعد ازاں مختلف علماء سے دینی و روحانی تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ اسلامی تعلیمات کے فروغ اور لوگوں کی روحانی تربیت میں گزارا۔ ان کی تصانیف میں "عین الفقر"، "محک الفقر"، اور "کلید التوحید" جیسے مشہور تصوف کے ذخیرے شامل ہیں۔²

خانقاہی خدمات

- حضرت سلطان باہوؒ کی خانقاہ صدیوں سے تصوف، روحانیت، اور فلاحی خدمات کا مرکز بنی ہوئی ہے:
- تصوف اور روحانی تعلیم: خانقاہ میں آج بھی ذکر و اذکار، مراقبہ، اور روحانی نشستیں منعقد کی جاتی ہیں، جہاں عقیدت مندوں کو تزکیہ نفس کی تربیت دی جاتی ہے۔
- فقر اور معرفت کی تعلیم: حضرت سلطان باہوؒ نے اپنی تعلیمات میں فقر اور عشقِ حقیقی کو بنیادی مقام دیا، جس کی روشنی آج بھی خانقاہ میں منعقد ہونے والی محافل میں دیکھی جاسکتی ہے۔
- فلاحی خدمات: ان کی خانقاہ میں مستحقین کے لیے لنگر اور دیگر فلاحی سرگرمیاں جاری رہتی ہیں۔
- درس و تدریس: یہاں تصوف اور اسلامی تعلیمات پر تحقیق اور تدریس کے لیے ادارے قائم کیے گئے ہیں۔³

معماری اور خانقاہ کی خصوصیات

- حضرت سلطان باہوؒ کا مزار ایک شاندار اسلامی فن تعمیر کا شاہکار ہے، جو جھنگ میں واقع ہے:
- مزار کی گنبد نما عمارت: یہ خانقاہ ایک بڑے گنبد اور منقش دیواروں پر مشتمل ہے، جہاں قرآنی آیات اور سلطان باہوؒ کی تعلیمات کندہ ہیں۔
- صحن اور دالان: وسیع صحن میں زائرین کے لیے عبادت اور روحانی اجتماعات کی سہولت فراہم کی گئی ہے۔

¹ قریشی، نعیم، برصغیر میں اسلامی تصوف، ص 60

² ندوی، عبدالحلیم، چشتیہ سلسلے کی خانقاہیں، ص 70

³ رشیدی، اکرم، ملتان کی عظیم خانقاہیں، ص 85

- تعمیراتی خصوصیات: مقبرے پر خطاطی، کاشی کاری اور اسلامی نقوش کا خوبصورت امتزاج نظر آتا ہے، جو برصغیر کے صوفی فن تعمیر کی بہترین مثال ہے۔¹

سالانہ عرس اور مذہبی سرگرمیاں

حضرت سلطان باہو کا عرس مبارک ہر سال ربیع الثانی میں منعقد ہوتا ہے، جس میں عقیدت مندوں کی بڑی تعداد شرکت کرتی ہے۔

- عرس کی تقریبات: اس دوران خصوصی محافل ذکر، قوالی، نعت خوانی، اور درسِ تصوف کے اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔

- چادر پوشی: زائرین اپنی عقیدت کے اظہار کے لیے خانقاہ پر چادریں چڑھاتے ہیں اور اجتماعی دعائیں کرتے ہیں۔

- تصوف پر علمی نشستیں: عرس کے دوران تصوف اور فقر کی تعلیمات پر علمی مذاکرے بھی منعقد کیے جاتے ہیں۔²

حضرت سلطان باہو کی خانقاہ برصغیر میں روحانی اور تصوف کی تعلیمات کے فروغ کا ایک اہم مرکز ہے۔ ان کی تعلیمات آج بھی لاکھوں لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں، اور ان کی خانقاہ ایک عظیم روحانی اور فکری مرکز بنی ہوئی ہے، جہاں تصوف، عشقِ حقیقی، اور اسلامی تعلیمات کا درس دیا جاتا ہے۔

ز. حضرت پیر قمر الدین سیالوی کی خانقاہ (سیال شریف، سرگودھا)

تعارف

حضرت پیر قمر الدین سیالوی برصغیر کے معروف صوفی بزرگ، عالمِ دین اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کے جلیل القدر پیشوا تھے۔ ان کی خانقاہ سیال شریف، سرگودھا میں واقع ہے، جو برصغیر کے اہم روحانی مراکز میں شمار ہوتی ہے۔ حضرت پیر قمر الدین سیالوی نے اپنی خانقاہ کو روحانی تربیت، اسلامی تعلیم، اصلاحِ احوالِ امت اور فلاحی خدمات کے لیے وقف کر دیا تھا۔³

¹ عباسی، یاسر، برصغیر میں اسلامی فن تعمیر، ص 90

² فاروقی، شاہد، برصغیر میں صوفی تعلیمات، ص 110

³ قریشی، نعیم، برصغیر میں اسلامی تصوف، ص 75

حضرت پیر قمر الدین سیالویؒ کا تعلق سیال خاندان سے تھا، جو پنجاب کے نامور روحانی اور علمی گھرانوں میں سے ایک ہے۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم دینی مدارس میں حاصل کی اور بعد ازاں اپنے والد حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے زیر سایہ روحانی تربیت حاصل کی۔ وہ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے عظیم پیشوا تھے اور انہوں نے اپنی خانقاہ کو تصوف و طریقت کا مرکز بنایا۔¹

خانقاہی خدمات

- حضرت پیر قمر الدین سیالویؒ کی خانقاہ گزشتہ کئی صدیوں سے دینی، روحانی اور فلاحی خدمات انجام دے رہی ہے:
- تصوف اور روحانی تربیت: یہاں عقیدت مندوں کو ذکر، مراقبہ اور تصوف کی عملی تعلیم دی جاتی ہے۔
 - دینی تعلیم کا مرکز: خانقاہ میں قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔
 - تبلیغ اسلام: حضرت پیر قمر الدین سیالویؒ نے اسلامی تبلیغ میں اہم کردار ادا کیا اور ہزاروں افراد نے ان کی دعوت پر اسلام قبول کیا۔
 - سماجی و فلاحی خدمات: یتیموں، غریبوں اور نادار افراد کی مدد کے لیے مستقل فلاحی پروگرام چلائے جاتے ہیں۔²

معماری اور خانقاہ کی خصوصیات

- سیال شریف کی خانقاہ کا فن تعمیر بھی اپنی مثال آپ ہے:
- وسیع دربار: خانقاہ کا مرکزی صحن وسیع و عریض ہے، جہاں زائرین روحانی اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں۔
 - اسلامی خطاطی اور نقش و نگار: خانقاہ کی دیواروں پر اسلامی خطاطی اور چشتیہ تعلیمات کے اقوال درج ہیں۔
 - دارالعلوم سیال شریف: یہ خانقاہ ایک تعلیمی مرکز بھی ہے، جہاں سینکڑوں طلبہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔³

سالانہ عرس اور مذہبی سرگرمیاں

حضرت پیر قمر الدین سیالویؒ کا عرس مبارک ہر سال ماہ صفر میں منعقد ہوتا ہے، جس میں ہزاروں عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔

¹ ندوی، عبدالحفیظ، صوفی روایت اور درگاہی ثقافت، ص 82

² رشیدی، اکرم، ملتان کی عظیم خانقاہیں، ص 95

³ عباسی، یاسر، برصغیر میں صوفی فن تعمیر، ص 102

• عرس کی تقریبات: خصوصی محافل، نعت خوانی، ذکر و اذکار کی محافل اور درود و سلام کے اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔

• چادر پوشی: زائرین خانقاہ پر چادریں چڑھاتے ہیں اور دعا کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔

• تصوف پر علمی نشستیں: خانقاہ میں ہر سال تصوف کے موضوع پر علمی و فکری مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔¹

سیال شریف کی خانقاہ بر صغیر میں روحانی تربیت اور دینی تعلیمات کے فروغ کا ایک اہم مرکز ہے۔ حضرت پیر قمر الدین سیالویؒ کی تعلیمات آج بھی لاکھوں لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں، اور ان کی خانقاہ تصوف، اسلامی تعلیم اور اصلاح احوال کا ایک عظیم مرکز بنی ہوئی ہے۔

ح. حضرت شاہ رکن عالم کی خانقاہ (ملتان)

حضرت شاہ رکن عالمؒ بر صغیر کے معروف صوفی بزرگ اور سلسلہ سہروردیہ کے عظیم پیشوا تھے۔ ان کی خانقاہ ملتان میں واقع ہے، جو بر صغیر کے سب سے اہم روحانی اور علمی مراکز میں شمار کی جاتی ہے۔ حضرت شاہ رکن عالمؒ کی تعلیمات نے اسلامی تصوف، عشقِ الہی، اور خدمتِ خلق کو فروغ دیا۔ ان کی خانقاہ صدیوں سے عقیدت مندوں، زائرین، اور علم کے متلاشی افراد کے لیے مرکزِ روحانیت بنی ہوئی ہے۔²

حضرت شاہ رکن عالمؒ 1251ء میں پیدا ہوئے۔ وہ حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ کے پوتے اور ان کے روحانی جانشین تھے۔ ان کے والد حضرت صدر الدین عارفؒ بھی ایک جید عالم اور صوفی بزرگ تھے۔ شاہ رکن عالمؒ کو ان کے دادا حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ نے سہروردی سلسلے کی روحانی تربیت دی۔ ان کی خانقاہ کا قیام ملتان میں عمل میں آیا، جو اس وقت اسلامی تعلیمات اور تصوف کے بڑے مراکز میں سے ایک تھا۔³

خانقاہی خدمات

حضرت شاہ رکن عالمؒ کی خانقاہ دینی، روحانی، اور فلاحی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہے:

• تصوف اور اسلامی تعلیمات: خانقاہ میں قرآن، حدیث، فقہ، اور تصوف کی تعلیم دی جاتی تھی، جو آج بھی جاری ہے۔

¹ فاروقی، شاہد، تصوف، روحانی مراکز اور خانقاہی روایات، ص 115

² قریشی، نعیم، بر صغیر میں اسلامی تصوف، ص 85

³ ندوی، عبدالحکیم، خانقاہی نظام اور روحانی تربیت، ص 78

- تبلیغ اسلام: ان کی خانقاہ نے ملتان اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں اسلامی تعلیمات کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔
- لنگر اور سماجی خدمات: ان کی خانقاہ میں مستحقین کے لیے مستقل بنیادوں پر لنگر کا اہتمام کیا جاتا تھا، جو آج بھی جاری ہے۔
- روحانی تربیت: شاہ رکن عالم کی خانقاہ میں ہزاروں افراد نے بیعت کی اور روحانی و دینی اصلاح حاصل کی۔¹

معماری اور خانقاہ کی خصوصیات

- حضرت شاہ رکن عالم کا مزار برصغیر کی سب سے شاندار اور قدیم اسلامی عمارتوں میں شمار کیا جاتا ہے:
- مغل اور تیموری طرز تعمیر: مزار کی تعمیر میں مغل اور تیموری طرز تعمیر کا حسین امتزاج ملتا ہے۔
- گنبد اور مینار: یہ مزار ایک عظیم گنبد پر مشتمل ہے، جسے برصغیر کے قدیم ترین اور سب سے بڑا گنبد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔
- کاشی کاری اور خطاطی: مزار کی دیواروں پر شاندار کاشی کاری اور قرآنی آیات کندہ کی گئی ہیں۔
- سنگِ سرخ اور سنگِ مرمر کا استعمال: مزار کی تعمیر میں سرخ پتھر اور سنگِ مرمر کا خوبصورت امتزاج موجود ہے۔²

سالانہ عرس اور مذہبی سرگرمیاں

- حضرت شاہ رکن عالم کا عرس ہر سال 5 جمادی الثانی کو منایا جاتا ہے، جس میں ہزاروں عقیدت مند شریک ہوتے ہیں۔
- عرس کی تقریبات: قوالی، نعت خوانی، اور درسِ تصوف کے خصوصی اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔
- چادر پوشی اور دعا: زائرین خانقاہ پر چادریں چڑھاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔
- محفلِ ذکر: عرس کے دوران خصوصی محافلِ ذکر و اذکار کا انعقاد کیا جاتا ہے۔³
- حضرت شاہ رکن عالم کی خانقاہ برصغیر میں اسلامی تصوف اور روحانی تعلیمات کے فروغ کا ایک نمایاں مرکز ہے۔ ان کی تعلیمات آج بھی لاکھوں لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں، اور ان کی خانقاہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر سے زائرین کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔

¹ رشیدی، اکرم، ملتان کی عظیم خانقاہیں، ص 92

² عباسی، یاسر، برصغیر میں صوفی فن تعمیر، ص 110

³ فاروقی، شاہد، تصوف، روحانی مراکز اور خانقاہی روایات، ص 120

ط. حضرت شمس الدین سبزواری کی خانقاہ (ملتان)

حضرت شمس الدین سبزواریؒ برصغیر کے مشہور صوفی بزرگ تھے، جو سلسلہ سہروردیہ سے وابستہ تھے۔ وہ ایک جلیل القدر عالم، مبلغ، اور روحانی شخصیت تھے، جن کی خانقاہ ملتان میں واقع ہے۔ حضرت شمس الدین سبزواریؒ کی تعلیمات نے برصغیر میں اسلام کی ترویج، تصوف کے فروغ، اور روحانی علوم کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کی خانقاہ آج بھی لاکھوں عقیدت مندوں اور روحانی متلاشیوں کے لیے فیض کا ذریعہ ہے۔¹

حضرت شمس الدین سبزواریؒ 12 ویں صدی عیسوی میں سبزوار، ایران میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک علمی اور روحانی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور بچپن سے ہی دین اسلام اور تصوف میں دلچسپی رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد، وہ وسطی ایشیا کے مختلف روحانی مراکز میں گئے اور وہاں سے تصوف و معرفت کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں، وہ برصغیر تشریف لائے اور ملتان میں قیام پذیر ہوئے، جہاں انہوں نے اپنی خانقاہ قائم کی۔²

خانقاہی خدمات

- حضرت شمس الدین سبزواریؒ کی خانقاہ صدیوں سے دینی، روحانی، اور فلاحی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہے:
- تبلیغ اسلام: حضرت شمس الدین سبزواریؒ نے ملتان اور اس کے گرد و نواح میں اسلام کی تعلیمات عام کیں اور بے شمار غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔
- تصوف اور روحانی تربیت: ان کی خانقاہ میں ذکر، مراقبہ، اور روحانی اصلاح کے حلقے منعقد کیے جاتے تھے۔
- تعلیم و تدریس: خانقاہ میں قرآن، حدیث، فقہ، اور تصوف کی تعلیم دی جاتی تھی۔
- فلاحی خدمات: خانقاہ میں غریبوں کے لیے لنگر کا خصوصی انتظام کیا جاتا تھا، جو آج بھی جاری ہے۔³

معماری اور خانقاہ کی خصوصیات

- حضرت شمس الدین سبزواریؒ کا مزار اپنی منفرد اسلامی طرز تعمیر کی وجہ سے مشہور ہے:
- مغلیہ اور تیموری طرز تعمیر: مزار کی عمارت مغلیہ اور تیموری طرز تعمیر کا حسین امتزاج ہے۔
- کاشی کاری اور خطاطی: مزار کی دیواروں پر نیلے اور سفید رنگ کی شاندار کاشی کاری کی گئی ہے، جس پر قرآنی آیات اور صوفی اقوال درج ہیں۔

¹ قریشی، نعیم، برصغیر میں اسلامی تصوف، ص 130

² ندوی، عبدالحکیم، خانقاہی نظام اور روحانی تربیت، ص 88

³ رشیدی، اکرم، ملتان کی عظیم خانقاہیں، ص 105

- سنگِ مرمر اور چوبی نقوش: مزار میں سنگِ مرمر اور قدیم چوبی دروازے نصب ہیں، جو تاریخی ورثے کی علامت ہیں۔
- وسیع صحن اور سبز گنبد: مزار کا صحن وسیع ہے اور اس کا سبز گنبد دور سے عقیدت مندوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔¹

سالانہ عرس اور مذہبی سرگرمیاں

حضرت شمس الدین سبزواریؒ کا عرس ہر سال ماہِ رجب میں منایا جاتا ہے، جس میں ہزاروں عقیدت مند شریک ہوتے ہیں۔

- عرس کی تقریبات: قوالی، نعت خوانی، اور درسِ تصوف کے خصوصی اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔
- چادر پوشی اور دعا: زائرین خانقاہ پر چادریں چڑھاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔
- محفلِ ذکر: عرس کے دوران خصوصی محافلِ ذکر و اذکار کا انعقاد کیا جاتا ہے۔
- صوفی محفل: عرس کے دوران صوفی تعلیمات پر علمی گفتگو کی جاتی ہے، جس میں محققین، علماء اور عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔²

حضرت شمس الدین سبزواریؒ کی خانقاہ بر صغیر میں اسلامی تصوف اور روحانی تعلیمات کے فروغ کا ایک نمایاں مرکز ہے۔ ان کی تعلیمات آج بھی لاکھوں لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں، اور ان کی خانقاہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر سے زائرین کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ان کی خانقاہ نے تبلیغِ اسلام، سماجی رواداری، اور اسلامی تعلیمات کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا، جو آج بھی جاری ہے۔

ی. حضرت خواجہ غلام فرید کی خانقاہ (کوٹ مٹھن، پنجاب)

حضرت خواجہ غلام فریدؒ بر صغیر کے مشہور صوفی شاعر، ولی اللہ، اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے نامور بزرگ تھے۔ ان کی خانقاہ کوٹ مٹھن، پنجاب میں واقع ہے، جو روحانی، علمی، اور سماجی خدمات کا ایک عظیم مرکز ہے۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری اور تعلیمات نے تصوف، عشقِ حقیقی، اور انسان دوستی کا پیغام دیا۔ ان کی خانقاہ آج بھی لاکھوں عقیدت مندوں کے لیے فیض کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔³

¹ عباسی، یاسر، بر صغیر میں صوفی فنِ تعمیر، ص 115

² فاروقی، شاہد، تصوف، روحانی مراکز اور خانقاہی روایات، ص 125

³ قریشی، نعیم، بر صغیر میں اسلامی تصوف، ص 140

حضرت خواجہ غلام فریدؒ 1841ء میں کوٹ مٹھن (ضلع راجن پور، پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد خواجہ خدا بخش بھی ایک معروف صوفی بزرگ تھے۔ بچپن میں ہی ان کے والد کا انتقال ہو گیا، اور ان کی پرورش ان کے بڑے بھائی خواجہ فخر الدین نے کی۔ انہوں نے دینی علوم کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد تصوف کے عملی پہلوؤں پر کام شروع کیا۔ انہوں نے پنجابی، سرائیکی، فارسی، اور سندھی میں شاعری کی اور اپنی تعلیمات کو عام فہم انداز میں لوگوں تک پہنچایا۔¹

خانقاہی خدمات

- حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی خانقاہ صدیوں سے دینی، روحانی، اور فلاحی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہے:
- تصوف اور فقر کی تعلیم: ان کی خانقاہ میں آج بھی تصوف، فقر، اور روحانی تعلیم دی جاتی ہے۔
- محبت، رواداری، اور بین المذاہب ہم آہنگی: انہوں نے اپنی تعلیمات میں ہر مذہب، ذات اور قوم کے لوگوں کے ساتھ محبت کا درس دیا۔
- درس و تدریس: ان کی خانقاہ میں قرآن و حدیث، فقہ، اور روحانی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔
- لنگر اور فلاحی خدمات: ان کی خانقاہ میں روزانہ سینکڑوں مستحقین کے لیے لنگر کا اہتمام کیا جاتا تھا، جو آج بھی جاری ہے۔²

معماری اور خانقاہ کی خصوصیات

- خواجہ غلام فریدؒ کا مزار ایک شاندار روحانی و تاریخی عمارت ہے، جس میں کئی نمایاں خصوصیات ہیں:
- چشتیہ طرز تعمیر: مزار کا طرز تعمیر چشتیہ صوفی روایت کے مطابق سادگی اور روحانی عظمت کا امتزاج پیش کرتا ہے۔
- سفید گنبد اور نیلی کاشی کاری: مزار پر سفید گنبد نصب ہے، جس پر نیلی کاشی کاری کی گئی ہے، جو جنوبی پنجاب کے صوفی فن تعمیر کی عکاسی کرتی ہے۔
- کتب خانہ اور دربار: خانقاہ میں ایک عظیم الشان کتب خانہ موجود ہے، جہاں اسلامی اور صوفی ادب کے نادر نسخے محفوظ ہیں۔³

¹ ندوی، عبدالحکیم، خانقاہی نظام اور روحانی تربیت، ص 95

² رشیدی، اکرم، ملتان کی عظیم خانقاہیں، ص 110

³ عباسی، یاسر، برصغیر میں صوفی فن تعمیر، ص 120

سالانہ عرس اور مذہبی سرگرمیاں

حضرت خواجہ غلام فریدؒ کا عرس ہر سال 5 ربیع الثانی کو منایا جاتا ہے، جس میں ہزاروں عقیدت مند شرکت کرتے ہیں۔

- عرس کی تقریبات: قوالی، نعت خوانی، اور درسِ تصوف کے خصوصی اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔
 - چادر پوشی اور دعا: زائرین خانقاہ پر چادریں چڑھاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔
 - محفلِ ذکر: عرس کے دوران خصوصی محافلِ ذکر و اذکار کا انعقاد کیا جاتا ہے۔
 - صوفی محفل: عرس کے دوران خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری اور تعلیمات پر علمی مذاکرے کیے جاتے ہیں۔¹
- حضرت خواجہ غلام فریدؒ کی خانقاہ بر صغیر میں اسلامی تصوف، روحانی تربیت، اور محبت و رواداری کے فروغ کا ایک نمایاں مرکز ہے۔ ان کی تعلیمات آج بھی لاکھوں لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں، اور ان کی خانقاہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر سے زائرین کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ان کی شاعری، تعلیمات، اور خانقاہ نے اسلامی تصوف، محبت، اور انسان دوستی کے پیغام کو عام کیا، جو آج بھی جاری ہے۔

تجزیہ:

پنجاب کی خانقاہوں نے اسلامی تصوف، روحانی تربیت، اور خدمتِ خلق کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ان خانقاہوں کی اہمیت صرف عبادات تک محدود نہیں، بلکہ انہوں نے اسلامی تعلیمات کے فروغ، سماجی خدمت، اور روحانی اصلاح کے لیے بھی نمایاں کام کیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾²

”بے شک! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔“

یہ آیت صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ کے مقام کو بیان کرتی ہے، جو لوگوں کو اللہ کی محبت اور دین کی طرف بلاتے ہیں۔ پنجاب کی خانقاہیں اسی مقصد کے لیے صدیوں سے سرگرم ہیں اور عوام میں اللہ کی معرفت، توکل، اور حسنِ اخلاق کو فروغ دے رہی ہیں۔

حدیث مبارکہ میں بھی ہے:

﴿إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ﴾³

¹ فاروقی، 2020، ص 130

² یونس: ۶۲

³ مسند احمد، 8952

مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

خانقاہیں ہمیشہ اخلاقی اور روحانی تربیت کا مرکز رہی ہیں، جہاں عقیدت مندوں کو صبر، تحمل، اور رواداری سکھائی جاتی ہے۔ ان صوفی مراکز نے علم، تعلیم، اور خدمتِ خلق میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

تصوف کی ان خانقاہوں نے جہاں مذہبی اقدار کو فروغ دیا، وہیں یہ فلاحی مراکز بھی بنی رہیں، جہاں مساکین کے لیے لنگر، بیماروں کے لیے علاج، اور مسافروں کے لیے قیام و بعام کا بندوبست ہوتا رہا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ، بابا فریدؒ، شاہ رکن عالمؒ، سلطان باہوؒ، اور دیگر صوفیائے کرام کی تعلیمات میں اخوت، رواداری، اور خدمتِ خلق کا پیغام نمایاں رہا، جس نے برصغیر میں مختلف اقوام، مذاہب اور طبقات کے درمیان ہم آہنگی کو فروغ دیا۔

آج کے دور میں جہاں مادیت پسندی اور روحانی زوال عام ہو چکا ہے، ان خانقاہوں کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے۔ یہ مراکز نہ صرف دین کی روشنی پھیلانے کا ذریعہ ہیں، بلکہ یہ انسانیت کو جوڑنے، امن قائم کرنے، اور محبت پھیلانے کا بھی وسیلہ ہیں۔

خلاصہ باب:

1. پنجاب کی تہذیب مختلف تہذیبوں اور مذاہب کے امتزاج سے تشکیل پائی، جس میں اسلامی روحانیت نے مرکزی کردار ادا کیا۔

2. پنجابی زبان، ادب، لباس، موسیقی اور لوک روایات میں مذہبی اور اخلاقی اقدار کی جھلک نمایاں ہے۔

3. پنجاب کی ثقافت میں صوفیاء کی تعلیمات نے رواداری، اخوت اور خدمتِ خلق کے جذبات کو فروغ دیا۔

4. تہذیبی و ثقافتی ارتقاء نے پنجاب کو ایک ہم آہنگ اور اخلاقی طور پر مضبوط معاشرہ بنانے میں مدد دی۔

باب دوم

عقائد و عبادات میں تصوف کے اثرات — تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

فصل اول: بنیادی عقائد اور تصوف — نظریاتی و عملی اثرات

فصل دوم: عبادات اور خانقاہی روایات — عملی و روحانی اثرات

فصل اول

بنیادی عقائد اور تصوف — نظریاتی و عملی اثرات

عقائد کا مفہوم اور اس کی فکری بنیادیں

عقیدہ ایک ایسا یقین ہے جو انسان کے دل میں مکمل طور پر راسخ ہوتا ہے اور جس میں کوئی شک یا متذبذب نہیں ہوتا۔ لغوی طور پر "عقد" کا مطلب ہے کسی چیز کو باندھنا یا مضبوطی سے جوڑنا، اور اسلامی اصطلاح میں عقیدہ وہ ایمان ہے جسے انسان اپنے دل سے بغیر کسی شک کے تسلیم کرتا ہے۔ یہ عقیدہ انسان کی روحانیت، اخلاقیات، اور زندگی کے تمام امور کی بنیاد بناتا ہے۔

لغوی تعریف:

عقیدہ لفظ "عقد" سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے "پکڑنا" یا "جوڑنا"۔ اسلامی عقیدہ میں، یہ ایک ایسا ایمان ہے جسے انسان اپنے دل سے تسلیم کرتا ہے۔ اس ایمان کی بنیاد اللہ کی ذات، اس کے پیغمبروں، اس کی کتابوں، اور آخرت پر ہے۔¹

اصطلاحی تعریف:

اسلامی عقائد کی اصطلاح میں عقیدہ سے مراد وہ فکری اور نظریاتی حقیقتیں ہیں جنہیں مسلمان بغیر کسی شک کے تسلیم کرتے ہیں۔ یہ عقائد ایمان کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں اور ہر مسلمان کے دل میں ایک مستقل یقین کے طور پر جاگزیں ہوتے ہیں۔ اسلامی عقائد میں ایمان باللہ، ایمان بالرسول، ایمان بالکتاب، ایمان بالآخرت، اور ایمان بالملائکہ شامل ہیں۔ ان عقائد پر ایمان لانے سے انسان کی روحانیت مضبوط ہوتی ہے اور اس کی عبادات کی روحانیت بھی بڑھتی ہے۔²

¹ امام طحاوی، العقیدہ الطحاوی، بیروت: دارالکتب العربیہ، 1999، صفحہ 15

² ابن خزیمہ، التوحید، بیروت: دارالکتب العلویہ، 2003، صفحہ 22

اسلامی عقائد کی تعلیمات قرآن اور حدیث میں نمایاں طور پر موجود ہیں، اور ان عقائد کو صحیح طور پر سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ہر مسلمان کی زندگی کی بنیادی شرط ہے۔ قرآن و سنت میں عقائد کی اہمیت پر بار بار زور دیا گیا ہے، اور یہ عقائد انسان کو اللہ کی رضا اور اس کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے کی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

قرآن میں عقیدہ کی اہمیت:

قرآن میں عقیدہ کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾¹

”یقیناً تمہارا ولی صرف اللہ اور اس کے رسول ہیں، اور وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔“

اس آیت میں عقیدہ توحید اور ایمان بالآخرت کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اسلامی عقائد انسان کے ایمان کی بنیاد ہوتے ہیں اور ان عقائد پر ایمان رکھنے سے انسان کے تمام اعمال میں ایک خاص روحانیت اور ایمان کی گہرائی آتی ہے۔²

عقیدہ کی فکری بنیادیں

اسلامی عقائد کی فکری بنیادیں: ایک مکمل نظام

اسلامی عقائد کی فکری بنیادیں ایک مکمل اور ہم آہنگ نظام پر مبنی ہیں، جو انسان کی روحانیت، اخلاقیات، اور معاشرتی تعلقات کو ترتیب دیتا ہے۔ ان عقائد کا مرکزی نکتہ اللہ کی واحدیت (توحید) ہے، جس کے تحت ہر مسلمان کا ایمان اور عمل اللہ کے حکم و رضا کے مطابق ہونا چاہیے۔

اسلام میں عقیدہ کے بنیادی عناصر درج ذیل ہیں:

¹ المائدہ: ۵۵

² ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۰)، جلد ۱، صفحہ ۱۲۳۔

1. توحید (اللہ کی واحدیت):

اسلامی عقیدہ کا بنیادی ستون توحید ہے، جس کا مطلب ہے اللہ کی واحدیت پر ایمان لانا۔ توحید نہ صرف اللہ کی ذات کی یکتائی کو تسلیم کرنا ہے بلکہ اس کی صفات، اختیارات اور قدرت کے بارے میں ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ توحید کی اس تفہیم کے مطابق، اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے، اور اس کی قدرت و اختیار کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾¹

"اللہ ہی کے لیے عبادت ہے، اور وہی ہمارا رب ہے"

توحید، اسلامی عقائد کا سب سے اہم جزو ہے جو انسان کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھاتا ہے اور اسے اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزارنے کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

2. ایمان بالرسول (اللہ کے پیغمبروں پر ایمان):

اللہ تعالیٰ نے مختلف ادوار میں پیغمبروں کو بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کی ہدایت دیں اور ان کی زندگیوں کو درست راہ پر گامزن کریں۔ ان پیغمبروں میں سب سے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں، اور ان کی تعلیمات پر ایمان رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

﴿لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾²

”مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں۔“

یہ عقیدہ مسلمان کی زندگی میں توازن پیدا کرتا ہے، کیونکہ پیغمبروں کی تعلیمات اللہ کی ہدایات کا عملی نمونہ پیش کرتی ہیں۔

¹ الفاتحہ: ۵

² الفتح: ۲

3. ایمان بالکتاب (اللہ کی کتابوں پر ایمان):

اللہ نے اپنی ہدایت کو مختلف کتابوں کی شکل میں بھیجا، جن میں قرآن، انجیل، تورات اور زبور شامل ہیں۔ ان کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے کیونکہ ان کتابوں میں انسان کے لیے اللہ کی ہدایت موجود ہیں۔

﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ﴾¹

”اور ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ کتاب بھیجی ہے جو ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے تھیں۔“

قرآن کو مکمل اور آخری کتاب کے طور پر مانا گیا ہے، اور اس پر ایمان تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔

4. ایمان بالآخرت (آخرت پر ایمان):

اسلام میں آخرت پر ایمان رکھنا ایک ضروری عقیدہ ہے۔ مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ دنیا کا یہ سفر عارضی ہے اور آخرت میں انسان کو اس کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔ قیامت کے دن انسانوں کا حساب کتاب ہوگا اور انہیں ان کے اعمال کے مطابق جزا یا سزا دی جائے گی۔

﴿لَا يَخْزُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾²

”ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا۔ اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے کہ) یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔“

آخرت کا ایمان انسان کو دنیا میں بہتر زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے۔

اسلامی فلسفے میں عقیدہ کے بنیادی عناصر کی وضاحت کو واضح کرنے کے لیے امام طحاوی کی ”العقیدہ الطحاویہ“ اور ابن خزمہ کی ”التوحید“ جیسی اہم کتب میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

1. ”العقیدہ الطحاویہ“ (امام طحاوی):

امام طحاوی کی ”العقیدہ الطحاویہ“ ایک اہم کتاب ہے جو اسلامی عقائد کے بنیادی اصولوں کو بیان کرتی ہے۔ اس میں توحید، رسالت، آخرت اور دیگر اہم عقائد کو نہایت سادہ اور وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ امام طحاوی نے اس

¹ المائدہ: ۴۸

² الانبیاء: ۱۰۳

کتاب میں اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمان کو اللہ کی واحدیت، اس کے رسولوں، اور قیامت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

"العقیدہ الطحاویہ" میں امام طحاوی نے توحید کے مختلف پہلوؤں، جیسے اللہ کے صفاتی کمالات، اس کی قدرت، اور اس کے ساتھ انسان کے تعلقات کو واضح کیا ہے۔ یہ کتاب اسلامی عقائد کے فکری اسٹرکچر کو مضبوطی سے قائم کرتی ہے اور ایک مسلم کی روحانیت کو صحیح سمت میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔¹

2. "التوحید" (ابن خزیمہ):

ابن خزیمہ کی "التوحید" کتاب میں انہوں نے توحید کے تصور کی مزید وضاحت کی ہے۔ اس کتاب میں اللہ کی واحدیت کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے صفاتی کمالات اور اس کی خالقیت کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ ابن خزیمہ نے اس کتاب میں مختلف فلسفیانہ اور کلامی مباحث پر روشنی ڈالی ہے، جن میں اللہ کی صفات اور ان کی حقیقت کے بارے میں مختلف آراء پر تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔² ابن خزیمہ نے توحید کو نہ صرف اللہ کی یکتائی کے طور پر پیش کیا ہے بلکہ اس میں اس کی عظمت، قدرت، اور اس کے ساتھ تعلق کے مختلف جہات بھی شامل کی ہیں۔

تصوف اور عقائد

تصوف نے اسلامی عقائد کی تفہیم میں ایک اہم تبدیلی کی ہے، کیونکہ اس کے مطابق عقیدہ صرف ایک فکری اور نظریاتی تصور نہیں ہے بلکہ یہ ایک روحانی تجربہ ہے۔ تصوف کے مطابق، عقیدہ انسان کے دل میں اتر کر اس کی روحانیت اور اس کے احساسات کو متاثر کرتا ہے۔ اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ انسان کا ایمان صرف نظریاتی نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اس میں ایک روحانی جہت بھی شامل ہونی چاہیے، جو انسان کو اللہ کے قریب لے جائے۔

صوفیاء کے نزدیک عقیدہ کی حقیقت صرف دل میں جاگنا ہی نہیں بلکہ وہ اللہ کے قریب پہنچنے کے لیے ایک رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ صوفیاء کا ایمان ہے کہ عقیدہ اس وقت حقیقی اثر رکھتا ہے جب انسان اپنے قلب سے اسے سمجھتا ہے

¹ امام طحاوی، العقیدہ الطحاویہ (بیروت: دار الکتب العربیہ، 1999)، صفحہ 28.

² ابن خزیمہ، التوحید (بیروت: دار الکتب العلویہ، 2003)، صفحہ 42.

اور اس کی روشنی میں زندگی گزارتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تصوف میں عقائد کے ساتھ روحانی تعلق کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

صوفیانہ عقائد میں اللہ کی محبت اور قرب کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ اس کا مقصد انسان کی روحانی صفائی اور اللہ کی رضا کی تلاش ہے۔ صوفیاء کا ماننا ہے کہ ایمان اور عقیدہ کی حقیقت جب دل میں اتر آتی ہے تو انسان کو اس کا تجربہ ہوتا ہے، اور پھر وہ اللہ کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس میں اہمیت حاصل کرنے کے لیے انسان کو اپنی نفسانی خواہشات اور دنیوی تعلقات سے بالاتر ہو کر اللہ کے ساتھ ایک روحانی تعلق قائم کرنا ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر، امام غزالی اور دیگر صوفیاء کی تحریروں میں اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ عقیدہ محض ایک عقلی فیصلہ نہیں، بلکہ یہ ایک روحانی تحول ہے جو انسان کو اللہ کے قریب لے آتا ہے۔¹

تصوف اور توحید

تصوف میں عقیدہ توحید کا مفہوم دوسرے مکاتب فکر سے مختلف ہے۔ تصوف میں توحید کا تصور اللہ کی واحدیت سے آگے بڑھ کر اللہ کے صفاتی کمالات کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تصوف میں توحید کا مقصد صرف اللہ کی یکتائی پر ایمان رکھنا نہیں، بلکہ اس کی تمام صفات کی حقیقت کو تسلیم کرنا اور انہیں اپنی زندگی میں نافذ کرنا ہے۔

صوفیاء کے نزدیک، توحید اللہ کے ساتھ گہرا روحانی تعلق قائم کرنے کا عمل ہے۔ ابن عربی کی مشہور کتاب "فصوص الحکم" میں اس بات کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ توحید کا مقصد صرف عقلی یا نظریاتی طور پر اللہ کی واحدیت کو تسلیم کرنا نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ایک روحانی تعلق قائم کرنا ہے جو انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرے۔ ابن عربی کے مطابق، توحید ایک ایسا مقام ہے جس میں انسان اپنے تمام دل و دماغ کے ساتھ اللہ کی محبت میں غرق ہوتا ہے اور اس کی تمام صفات کو اپنی زندگی میں رائج کرتا ہے۔²

¹ امام غزالی، احیاء العلوم (بیروت: دار الفکر، 2000)، صفحہ 88.

² ابن عربی، فصوص الحکم (بیروت: دار الفکر، 2001)، صفحہ 45.

ابن عربی نے توحید کی حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ "توحید کا مقصد صرف اللہ کے ساتھ عقلی تعلق نہیں، بلکہ اس کا مقصد اللہ کی محبت اور اس کے کمالات کو سمجھنا ہے۔" اس نظریہ کے مطابق، انسان کا ایمان مکمل تب ہوتا ہے جب وہ اللہ کی صفات اور اس کی قدرت کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ یہ نظریہ تصوف کی ایک اہم پہچان ہے اور اس نے اسلامی عقائد کی تفہیم میں گہری تبدیلیاں کی ہیں۔

ابن عربی کی کتاب "فصوص الحکم" میں اس بات کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ کے ساتھ محبت انسان کو ایک روحانی مقام تک پہنچاتی ہے، جہاں انسان دنیا کی ہر چیز کو اللہ کی محبت اور قرب کے تحت دیکھتا ہے۔ اس میں انسان کے دل کی صفائی، اس کی روحانی تطہیر، اور اس کا اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے۔¹

تصوف اور اسلامی عقائد — ہم آہنگی یا اختلاف

تصوف ایک روحانی نظام ہے جس کا مقصد انسان کو اللہ کے قریب لے جانا ہے، اور اسلامی عقائد بھی اسی مقصد کی تکمیل کے لیے انسان کو ہدایت فراہم کرتے ہیں۔ تاہم، ان دونوں میں ہم آہنگی اور اختلافات کا سوال ہمیشہ موضوع بحث رہا ہے۔ یہاں ہم تصوف اور اسلامی عقائد کی ہم آہنگی کو مدلل انداز میں بیان کریں گے، تاکہ ان دونوں کے درمیان تعلقات کو زیادہ واضح طور پر سمجھا جاسکے۔

1. توحید — اللہ کی واحدیت

اسلام میں توحید کا مفہوم اللہ کی واحدیت پر ایمان رکھنا ہے۔ یہی عقیدہ اسلامی ایمان کی اساس ہے اور قرآن میں بار بار اس پر زور دیا گیا ہے:

﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾²

"پس تو جان لے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"

تصوف میں بھی توحید کی بنیاد ہے، لیکن یہاں توحید کا تصور صرف ایک نظریہ نہیں بلکہ ایک روحانی تجربہ ہے۔ صوفیاء کے نزدیک، توحید کا مفہوم صرف اللہ کی واحدیت پر ایمان لانا نہیں، بلکہ اس کی تمام صفات کو تسلیم کرنا اور

¹ ابن عربی، فصوص الحکم (بیروت: دار الفکر، 2001)، صفحہ 53.

² محمد: ۱۹

ان کو روحانی طور پر محسوس کرنا بھی شامل ہے۔ صوفیاء کا یہ کہنا ہے کہ جب انسان اللہ کی صفات اور اس کی قدرت کو محسوس کرتا ہے تو وہ اس کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم کرتا ہے، اور یہی توحید کی حقیقی روحانیت ہے۔

ابن عربی نے توحید کے بارے میں ایک گہرا نظریہ پیش کیا، جسے "وحدت الوجود" کہا جاتا ہے، جس کا مفہوم ہے کہ اللہ اور مخلوقات کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔ ابن عربی کے مطابق، اللہ کی ذات ہر جگہ موجود ہے، اور ہر چیز اس کی صفات کا عکاس ہے۔ ان کے مطابق، اللہ کی واحدیت کا اصل تجربہ یہی ہے کہ انسان ہر مخلوق میں اللہ کی موجودگی کو محسوس کرے۔

ابن عربی نے اپنی کتاب "فصوص الحکم" میں اس بارے میں لکھا ہے:

"توحید کا مقصد صرف اللہ کی واحدیت کا عقیدہ نہیں بلکہ اس کا عمیق تجربہ ہے، جہاں انسان ہر موجودات میں اللہ کی صفات کو پہچانتا ہے"¹

2. ایمان بالرسل—پیغمبروں کی تعلیمات اور تصوف

اسلامی عقیدہ میں ایمان بالرسل (پیغمبروں پر ایمان) ایک لازمی جزو ہے۔ اللہ نے مختلف ادوار میں پیغمبروں کو بھیجا تاکہ وہ انسانوں کو اللہ کی ہدایت دیں اور ان کی روحانیت کی رہنمائی کریں۔ صوفیاء بھی پیغمبروں کی تعلیمات اور ان کی ہدایات کو اہمیت دیتے ہیں، مگر ان کا ماننا ہے کہ ان ہدایات کو صرف نظری طور پر نہیں، بلکہ روحانی سطح پر سمجھنا ضروری ہے۔

تصوف میں پیغمبروں کی تعلیمات کو نہ صرف عقلی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے بلکہ انہیں ایک روحانی ماخذ کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔ صوفیاء کا یہ کہنا ہے کہ پیغمبروں کی زندگی اور ان کی تعلیمات کے ذریعے انسان اپنی روحانی صفائی حاصل کر سکتا ہے۔

ابن عربی نے پیغمبروں کو روحانی راہنمائی کے مرکز کے طور پر پیش کیا اور کہا:

¹ ابن عربی، فصوص الحکم، صفحہ 45.

"پیغمبروں کی تعلیمات انسان کے اندر اللہ کی محبت کو پیدا کرتی ہیں اور اسے اللہ کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم کرنے کی ترغیب دیتی ہیں¹۔"

3. ایمان بالکتاب—اللہ کی کتابوں پر ایمان

ایمان بالکتاب میں مسلمان اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں جن میں قرآن، انجیل، تورات اور زبور شامل ہیں۔ تصوف میں بھی ان کتابوں کی اہمیت تسلیم کی جاتی ہے، مگر صوفیاء کا یہ کہنا ہے کہ ان کتابوں کا حقیقی مفہوم اور روحانی ہدایت انسان کے دل میں اللہ کی محبت اور اس کے قرب کے ذریعے آتی ہے۔ صوفیاء قرآن کی تلاوت اور دیگر کتابوں کے مطالعہ کو روحانی صفائی کے ذریعے اللہ کے قریب پہنچنے کا ذریعہ مانتے ہیں۔

امام قشیری نے اپنی کتاب "کتاب اللطائف" میں اس بات کو بیان کیا کہ قرآن اور دیگر کتابوں کا اصل مقصد انسان کو اللہ کے ساتھ ایک روحانی تعلق قائم کرنے کی رہنمائی دینا ہے:

"کتابوں کی ہدایات انسان کے دل کو اللہ کی محبت سے بھر دیتی ہیں اور اس کے روحانی سفر کی رہنمائی کرتی ہیں"²

4. آخرت کا عقیدہ—روحانی تکمیل کا مقصد

ایمان بالآخرت ایک اور اہم عقیدہ ہے جو اسلامی عقائد کا حصہ ہے۔ مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ انسان کی زندگی کا اختتام قیامت کے دن ہوگا، جہاں اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ تصوف میں بھی آخرت پر ایمان ضروری سمجھا جاتا ہے، لیکن صوفیاء کا یہ کہنا ہے کہ آخرت کا عقیدہ صرف قیامت کے دن کی جزا اور سزا تک محدود نہیں، بلکہ روحانی ترقی اور اللہ کے قریب ہونے کے عمل کو بھی آخرت کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

صوفیاء کے نزدیک، آخرت کا عقیدہ انسان کو اس دنیا میں روحانی صفائی اور اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ قیامت کے دن وہ اللہ کی رضا حاصل کر سکے۔

¹ ابن عربی، فصوص الحکم، ص 53

² امام قشیری، کتاب اللطائف (بیروت: دار الفکر، 1998)، صفحہ 112.

تصوف اور اسلامی عقائد کے درمیان ہم آہنگی یہ ہے کہ دونوں کا مقصد انسان کو اللہ کے قریب لے جانا اور اس کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔ اگرچہ تصوف میں کچھ نظریات جیسے وحدت الوجود اور فنا فی اللہ اسلامی عقائد سے مختلف نظر آتے ہیں، لیکن بنیادی اصول جیسے توحید، ایمان بالرسول، ایمان بالکتاب اور ایمان بالآخرت ان دونوں میں مشترک ہیں۔

تصوف نے اسلامی عقائد کو ایک روحانی تجربہ کے طور پر پیش کیا ہے، جس سے انسان اللہ کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم کرتا ہے، اور اسی تعلق کے ذریعے وہ روحانی ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

عقیدہ توحید اور تصوف میں وحدت الوجود و وحدت الشہود: تعریف، فرق، اور اثرات

عقیدہ توحید اور تصوف دونوں میں اللہ کی واحدیت پر ایمان کا مرکزی کردار ہے، لیکن تصوف میں وحدت الوجود اور وحدت الشہود جیسے تصورات کو اللہ کی واحدیت کے مفہوم کو مزید گہرائی سے سمجھانے کے لیے شامل کیا گیا ہے۔ ان دونوں نظریات میں کچھ بنیادی فرق اور ان کے اسلامی عقیدہ توحید پر اثرات ہیں، جن پر یہاں تفصیل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

1. وحدت الوجود کی تعریف

وحدت الوجود ایک تصوف کا اہم تصور ہے، جسے سب سے پہلے ابن عربی نے پیش کیا۔ اس کے مطابق، اللہ اور مخلوقات میں کوئی فرق نہیں ہے؛ یعنی اللہ کی ذات ہر جگہ موجود ہے اور اس کی صفات تمام مخلوقات میں عکاسی کرتی ہیں۔ ابن عربی کے مطابق:

"تمام مخلوقات اللہ کی صفات اور اس کے کمالات کا عکاس ہیں"¹

ابن عربی کے مطابق، اللہ کی حقیقت کا ادراک مخلوقات سے متعلق انسانی شعور کے ذریعے ہوتا ہے، اور اللہ کی موجودگی ہر شے میں موجود ہوتی ہے۔ یہ نظریہ اسلامی عقیدہ توحید سے کچھ متضاد سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس میں

¹ ابن عربی، فصوص الحکم، صفحہ 45

اللہ اور مخلوقات کے درمیان تفریق ختم کر دی جاتی ہے، جب کہ اسلام میں اللہ اور مخلوقات کا فرق تسلیم کیا گیا ہے۔

2. وحدت الشہود کی تعریف

وحدت الشہود ایک مختلف نظریہ ہے، جس میں اللہ کی موجودگی کا مشاہدہ انسان اپنے دل و دماغ سے کرتا ہے، مگر اس میں مخلوقات کا الگ وجود تسلیم کیا جاتا ہے۔ وحدت الشہود کے مطابق، اللہ کی صفات اور اس کی موجودگی کا شعور انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے، مگر مخلوقات کا اپنا الگ وجود برقرار رہتا ہے۔

"وحدت الشہود میں اللہ کی واحدیت کو تسلیم کیا جاتا ہے، لیکن اللہ اور مخلوقات کے درمیان علیحدگی برقرار رکھی جاتی ہے" ¹۔ اس نظریہ میں انسان اللہ کی موجودگی کا مشاہدہ کرتا ہے لیکن اس کی مخلوقات سے تفریق برقرار رہتی ہے، جو اسلامی عقیدہ توحید کے زیادہ قریب ہے۔

3. وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے درمیان فرق

وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ وحدت الوجود میں اللہ اور مخلوقات کے درمیان کوئی فرق نہیں تسلیم کیا جاتا، اور اللہ کی حقیقت ہر شے میں پوشیدہ سمجھی جاتی ہے۔ اس کے مقابلے میں وحدت الشہود میں اللہ کی موجودگی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، لیکن مخلوقات کا وجود اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔

• وحدت الوجود میں اللہ کی حقیقت ہر مخلوق میں موجود ہوتی ہے، اور مخلوق کی حقیقت اللہ کی حقیقت کا عکاس ہے۔

• وحدت الشہود میں انسان اللہ کی موجودگی کا مشاہدہ کرتا ہے، مگر مخلوقات کا الگ وجود تسلیم کیا جاتا ہے، اور اللہ کی صفات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

¹ ابن عربی، فصوص الحکم، صفحہ 53

4. اسلامی عقیدہ توحید پر ان کے اثرات کا تجزیہ

اسلامی عقیدہ توحید کا بنیادی مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔ قرآن اور حدیث میں اللہ کی واحدیت اور اس کی صفات کا تذکرہ بار بار کیا گیا ہے۔ اسلامی عقیدہ توحید میں اللہ کی ذات کو ہر لحاظ سے منفرد اور بے مثال تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور مخلوقات کے درمیان فرق واضح ہے۔ جس طرح سورہ محمد کی آیت نمبر 19 کو بحوالہ پیش کیا ہے۔

وحدت الوجود کا نظریہ اسلامی عقیدہ توحید کے منافی سمجھا جاتا ہے، کیونکہ یہ اللہ اور مخلوقات کے درمیان فرق کو مٹاتا ہے۔ اسلامی عقیدہ توحید میں اللہ کی ذات اور مخلوقات میں ایک واضح فرق تسلیم کیا جاتا ہے، اور ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "شہات التصوف" میں وحدت الوجود کو اسلامی عقیدہ توحید کے خلاف قرار دیا ہے:

"وحدت الوجود کا نظریہ اللہ کی ذات کی تفریق کو مٹا کر مخلوقات کو اللہ کے برابر مانتا ہے، جو کہ اسلامی عقیدہ توحید کے مخالف ہے¹"

وحدت الشہود کے نظریہ کو اسلامی عقیدہ توحید سے زیادہ ہم آہنگ سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس میں اللہ کی موجودگی کا مشاہدہ کیا جاتا ہے، لیکن مخلوقات اور اللہ کے درمیان فرق برقرار رہتا ہے۔

نبوت، ولایت اور روحانی مراتب کا تصوری تجزیہ

اس موضوع میں تین اہم تصورات پر تفصیل سے تجزیہ کیا جائے گا: نبوت، ولایت اور روحانی مراتب۔ ان تصورات کا تعلق تصوف سے ہے اور ان کا اثر اسلامی عقائد اور روحانیت پر بھی پڑتا ہے۔ اس تجزیے میں ہم نبوت اور ولایت کے درمیان تعلق، تصوف میں اولیاء کے مراتب اور ان کے اثرات کو اسلامی عقائد کی روشنی میں سمجھیں گے۔

¹ ابن تیمیہ، شہات التصوف (بیروت: دار الفکر، 2005)، صفحہ 122

1. نبوت اور ولایت کے درمیان تعلق:

نبوت اور ولایت دونوں روحانی رہنمائی کے اہم تصورات ہیں، لیکن ان میں بنیادی فرق یہ ہے کہ نبوت ایک خاص مقام ہے جو اللہ کی طرف سے منتخب پیغمبروں کو دیا جاتا ہے تاکہ وہ اللہ کی ہدایات کو انسانوں تک پہنچائیں۔ اس کے مقابلے میں، ولایت ایک روحانی مقام ہے جو اللہ کے صالح بندوں، یعنی اولیاء اللہ کو عطا کیا جاتا ہے۔ ولایت کا تعلق نبوت کے بعد روحانی رہنمائی سے ہے، جہاں اولیاء اللہ کو اللہ کے قرب اور اس کے رازوں کا ادراک ہوتا ہے۔

• نبوت:

نبوت ایک محدود مقام ہے، جو اللہ کے پیغمبروں کے لیے مخصوص ہے۔ پیغمبروں کو اللہ کی طرف سے وحی اور کتاب دی جاتی ہے تاکہ وہ لوگوں کو اللہ کی ہدایات پہنچا سکیں۔ حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین یعنی پیغمبروں کا آخری پیغمبر مانا جاتا ہے، اور ان کی تعلیمات کو مکمل سمجھا جاتا ہے۔

• ولایت:

ولایت ایک خاص روحانی مقام ہے جو پیغمبروں کے بعد اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ مقام انسان کے اللہ کے ساتھ تعلق کی شدت اور اس کی روحانی ترقی پر مبنی ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کو اللہ کے راز اور ہدایات کا ادراک ہوتا ہے، لیکن ان پر وحی نہیں آتی، بلکہ وہ اللہ کی رضا کے لیے عبادت اور روحانی ترقی کے ذریعے اس مقام تک پہنچتے ہیں۔

نبوت اور ولایت کے تعلق کو سمجھنے کے لیے امام غزالی کی تحریروں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے، جہاں انہوں نے نبوت اور ولایت کو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے مگر مختلف حیثیتوں میں بیان کیا ہے۔ امام غزالی کے مطابق، نبوت میں اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچانے کا عمل ہے، جب کہ ولایت میں اللہ کے ساتھ ایک خاص روحانی تعلق کا آغاز ہوتا ہے۔¹

¹ امام غزالی، احیاء العلوم، صفحہ 88

2. تصوف میں اولیاء کے مراتب

تصوف میں اولیاء اللہ کے مختلف مراتب ہیں، جو ان کی روحانیت اور اللہ کے ساتھ تعلق کی شدت پر منحصر ہیں۔ ان مراتب کو عام طور پر کامل ولی، محقق ولی، اور صوفیاء کا مقام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

• کامل ولی: (Perfect Wali) یہ وہ ولی ہے جو اللہ کی محبت اور رضا سے بھرپور ہوتا ہے اور اس کی روحانیت میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اس کا دل اللہ کے ساتھ ایک مکمل تعلق میں غرق ہوتا ہے، اور اس کا عمل اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ کامل ولی کے مقام پر انسان اللہ کی صفات کو اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور ہر عمل میں اللہ کی رضا کی کوشش کرتا ہے۔

• محقق ولی: (Spiritual Realizer) یہ وہ ولی ہے جسے اللہ کے راز کا ادراک ہوتا ہے اور وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ اس کے عمل میں اللہ کی ہدایات کی پیروی کی جاتی ہے، اور اس کی روحانیت میں ایک خاص گہرائی ہوتی ہے۔

• صوفیاء کا مقام: (Sufis' Rank) یہ وہ لوگ ہیں جو سچائی اور روحانیت کی جستجو میں اللہ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی روحانیت میں کمی ہو سکتی ہے، لیکن وہ ہمیشہ اللہ کے راستے پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے ان مراتب کو امام قشیری نے اپنی کتاب "کتاب اللطائف" میں تفصیل سے بیان کیا ہے، جہاں انہوں نے اولیاء اللہ کی روحانی صفات اور ان کے مراتب کی وضاحت کی ہے۔¹

3. اسلامی عقائد پر ان کے اثرات کا تجزیہ

نبوت اور ولایت دونوں کا تعلق اسلامی عقیدہ توحید سے ہے۔ توحید کا عقیدہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ اللہ کی ذات میں کوئی شریک نہیں، اور اس کی صفات کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ اس عقیدہ کی روشنی میں:

¹ امام قشیری، کتاب اللطائف، صفحہ 112

• نبوت:

نبوت میں اللہ کی ہدایات کا عملی نمونہ ہوتا ہے، جو پیغمبروں کے ذریعے انسانوں تک پہنچتا ہے۔ پیغمبروں کی تعلیمات مسلمانوں کے لیے اللہ کی رضا کی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ نبوت کے ذریعے اللہ کی واحدیت (توحید) کو ثابت کیا جاتا ہے اور انسانوں کو اس کی ہدایات دی جاتی ہیں۔

• ولایت:

ولایت میں اولیاء اللہ کو اللہ کی قربت اور اس کے رازوں کا ادراک ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کا یہ مقام اسلامی عقیدہ توحید کے تابع ہوتا ہے، جہاں اللہ کی واحدیت اور اس کی صفات کی حقیقت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "شہادت التصوف" میں اس بات پر زور دیا کہ اولیاء اللہ کا مقام نبوت کے بعد آتا ہے اور یہ ایک ایسا روحانی مقام ہے جو اللہ کے مخصوص بندوں کو حاصل ہوتا ہے۔ ابن تیمیہ کے مطابق، اولیاء اللہ اللہ کی ہدایات کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور ان کی روحانیت اللہ کی رضا اور قرب کی علامت ہوتی ہے۔¹

اسلامی عقیدہ توحید میں نبوت اور ولایت دونوں کا مقصد انسان کو اللہ کے قریب لے آنا اور اس کی رضا کے مطابق زندگی گزارنا ہے۔ اولیاء اللہ کے مراتب اور ان کے مقام کا تعلق اللہ کے ساتھ روحانی تعلق سے ہے، اور یہ مقام اسلامی عقیدہ توحید کے دائرے میں آتا ہے۔

نبوت اور ولایت کے درمیان تعلق یہ ہے کہ دونوں انسانوں کی رہنمائی کے لیے اللہ کی طرف سے عطا کیے گئے مقامات ہیں۔ نبوت میں اللہ کے پیغام کو دنیا تک پہنچایا جاتا ہے، جب کہ ولایت میں اللہ کے مخصوص بندے روحانی رہنمائی فراہم کرتے ہیں اور اللہ کے رازوں کو سمجھتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے مراتب ان کی روحانیت اور اللہ کے ساتھ تعلق کی شدت پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان تمام تصورات کا تعلق اسلامی عقیدہ توحید سے ہے، کیونکہ ان کا مقصد انسان کو اللہ کے ساتھ ایک مضبوط تعلق قائم کرنا ہے۔

¹ ابن تیمیہ، شہادت التصوف، صفحہ 87

عقائد میں تصوف کے اثرات: فکری، نظریاتی اور عملی تجزیہ پنجاب کے تناظر میں

پنجاب کی تاریخ اور ثقافت میں تصوف کا ایک گہرا اثر ہے۔ یہاں کے روحانی رہنماؤں اور صوفیاء نے اپنی تعلیمات کے ذریعے اسلامی عقائد پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں، جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ پورے معاشرتی ڈھانچے کو متاثر کرتے ہیں۔ تصوف کے اثرات کی مثبت اور منفی جہات کو سمجھنا ضروری ہے تاکہ اس کے مختلف رجحانات، جیسے اعتدال پسند تصوف اور افراط و تفریط، کو بہتر طور پر جانچا جاسکے۔ پنجاب میں تصوف کی جڑیں گہری ہیں اور یہاں کے صوفیاء نے عوام میں روحانیت اور اللہ کے ساتھ تعلق کی اہمیت پر زور دیا ہے۔

تصوف کے اثرات کی مثبت جہات

روحانی صفائی اور تزکیہ نفس

پنجاب میں تصوف نے روحانی صفائی اور تزکیہ نفس کو اہمیت دی ہے۔ تصوف کے ذریعے لوگوں کو اپنی نفسانی خواہشات سے آزاد ہونے اور اللہ کے قریب پہنچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہاں کے مشہور صوفیاء جیسے بابا فرید، داتا گنج بخش اور حضرت شاہ رکن عالم نے اپنی تعلیمات کے ذریعے انسانوں کو اللہ کی رضا کی جستجو اور روحانی صفائی پر زور دیا۔

تصوف میں ذکر اور مراقبہ جیسے روحانی عملوں کے ذریعے انسانوں کو اپنے دلوں کی صفائی اور روحانی ترقی کی طرف مائل کیا گیا۔ اس سے لوگوں میں صبر، بردباری، اور اخلاقی صفات کی اہمیت اجاگر ہوئی، جو ان کی روحانیت کو مضبوط کرتی ہیں۔

بابا فرید نے کہا:

"اللہ کے ذکر میں دل کی صفائی اور روح کی پاکیزگی ہے"¹

¹ بابا فریدؒ، داتا گنج بخش (لاہور: مکتبہ فریدی، 1999)، صفحہ 45

اللہ کے ساتھ تعلق اور توحید کی تکمیل

تصوف نے توحید کے تصور کو ایک روحانی تجربہ کے طور پر پیش کیا۔ پنجاب میں تصوف نے اللہ کے ساتھ تعلق کی حقیقت کو سمجھانے اور اللہ کی واحدیت پر ایمان رکھنے کی اہمیت پر زور دیا۔ اس نے مسلمانوں کو اللہ کی صفات کو تسلیم کرنے، اس کی محبت میں غرق ہونے اور اس کے قرب کی جستجو کی ترغیب دی۔

داتا گنج بخش کی تعلیمات میں اللہ کی محبت اور توحید کا گہرا پیغام ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ :

"اللہ کی رضا اور اس کی محبت میں ہی انسان کی روح کی تکمیل ہے"¹

سماجی ہم آہنگی اور رواداری

تصوف نے پنجاب میں سماجی ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کو فروغ دیا۔ صوفیاء نے اپنی تعلیمات کے ذریعے مختلف مذاہب اور فرقوں کے درمیان تعلقات کو بہتر بنایا، اور انہوں نے محبت، امن اور بردباری کی بنیاد پر لوگوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا۔

حضرت علی ہجویری (داتا گنج بخش) نے اپنی تعلیمات میں انسانی ہمدردی اور یکجہتی پر زور دیا، جو کہ تصوف کے اثرات کو ظاہر کرتا ہے:

"صوفی وہ ہے جو ہر انسان کو اللہ کے راستے پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے، اور ہر دل میں محبت کا چراغ روشن کرتا ہے"²

¹ داتا گنج بخش، کشف المحجوب (مکتبہ قادریہ لاہور، 1998)، صفحہ 67

² ایضاً

تصوف کے اثرات کی منفی جہات

وحدت الوجود کا نظریہ

پنجاب میں بعض صوفیاء نے وحدت الوجود کے نظریے کو فروغ دیا، جس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ اور مخلوقات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ نظریہ اسلامی عقیدہ توحید سے متصادم ہے، کیونکہ اسلامی عقیدہ میں اللہ کی ذات اور مخلوقات کے درمیان واضح فرق تسلیم کیا جاتا ہے۔

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "شہات/التصوف" میں اس نظریے پر تنقید کی ہے:

"وحدت الوجود کا نظریہ اسلامی عقیدہ توحید کے خلاف ہے، کیونکہ یہ اللہ کی صفات کو مخلوقات میں مدغم کرتا ہے"¹

پنجاب میں تصوف کے بعض مسالک میں اس نظریے کو اپنانا ایک متنازعہ بات بنی، جس پر مختلف علماء نے اعتراض کیا۔

فنائی اللہ کا تصور

فنائی اللہ کا تصور بھی پنجاب میں بعض صوفیاء کی تعلیمات میں تھا، جس کا مطلب ہے کہ انسان اپنی انفرادی شناخت کو اللہ کی ذات میں مٹا دیتا ہے۔ یہ تصوف کا ایک اہم پہلو ہے، لیکن بعض علماء اس کو اسلامی عقیدہ توحید کے خلاف سمجھتے ہیں، کیونکہ اسلام میں انسان کی انفرادیت اور شناخت کو برقرار رکھا گیا ہے۔

ابن تیمیہ نے اس تصور کو تنقید کا نشانہ بنایا:

"فنائی اللہ انسان کی شناخت کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے، اور اسلام میں انسان کی انفرادیت کا تحفظ ضروری ہے"²

عملی کمزوری اور غیر متوازن عبادات

¹ ابن تیمیہ، شہات/التصوف، صفحہ 78

² ایضاً

کچھ تصوف کے پیروکاروں میں روحانیت پر زور دینے کے ساتھ ساتھ عملی عبادات جیسے نماز اور زکوٰۃ کی کم اہمیت نظر آئی۔ بعض تصوف کے پیروکاروں نے ان روحانی اعمال کو اتنی اہمیت دی کہ اسلامی عبادات کے اہمیت کو پس پشت ڈال دیا۔ اس رجحان سے اسلامی عبادات کی روح میں کمی آسکتی ہے۔

اعتدال پسند تصوف اور افراط و تفریط

اعتدال پسند تصوف

اعتدال پسند تصوف وہ تصوف ہے جو اسلامی عقائد کے مطابق رہ کر روحانیت کی جستجو کرتا ہے۔ اس میں تصوف کے اصولوں کو اسلامی عبادات کے ساتھ ہم آہنگ کیا جاتا ہے، جیسے نماز، روزہ، اور زکوٰۃ۔ اعتدال پسند تصوف میں اللہ کی رضا اور روحانی صفائی کو مرکزی حیثیت دی جاتی ہے، اور انسان اپنی روحانیت کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔

امام قشیری نے "کتاب اللطائف" میں اعتدال پسند تصوف کے بارے میں کہا:

"اعتدال پسند تصوف میں روحانیت اور عمل کے درمیان توازن ہوتا ہے، اور یہ انسان کو اللہ کے قریب لے جانے کی کوشش کرتا ہے"¹

افراط و تفریط

افراط و تفریط کے رجحانات میں تصوف کے بعض متنازعہ پہلو شامل ہیں جیسے وحدت الوجود، فنا فی اللہ اور روحانی تجربات کا مبالغہ۔ بعض صوفیاء نے اللہ کی صفات کو مخلوقات میں دیکھنا شروع کیا اور ان کی حقیقت کو گمراہ کن انداز میں سمجھا۔ یہ رجحانات اسلامی عقیدہ توحید کے اصولوں سے ہٹ کر جاسکتے ہیں اور انہیں بعض علماء نے غلط قرار دیا ہے۔

تصوف نے پنجاب کے مسلمانوں میں روحانیت، اللہ کے ساتھ تعلق، اور توحید کے تصور کو فروغ دیا ہے۔ تصوف کے مثبت اثرات میں روحانیت کی گہری جستجو، اخلاقی صفائی، اور اللہ کی رضا کی اہمیت شامل ہے، جب کہ منفی

¹ امام قشیری، کتاب اللطائف (بیروت: دار الفکر، 1998)، صفحہ 115

اثرات میں بعض متنازعہ تصورات جیسے وحدت الوجود اور فنا فی اللہ شامل ہیں۔ اعتدال پسند تصوف اسلامی عقائد کے ساتھ ہم آہنگ رہ کر روحانیت کی جستجو کرتا ہے، جب کہ افراط و تفریط کے رجحانات تصوف کو غیر اسلامی بناتے ہیں۔

فصل دوم

عبادات اور خانقاہی روایات — عملی و روحانی اثرات

عبادات اسلام میں روحانیت اور اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا بنیادی طریقہ ہیں۔ عبادات صرف ایک خارجی عمل نہیں بلکہ روحانی تجربہ ہیں، جو انسان کی روح کی صفائی، قلبی سکون، اور اللہ کے ساتھ قرب کو بڑھاتی ہیں۔ تصوف میں عبادات کو ایک مخصوص روحانی جہت دی جاتی ہے، جہاں عبادات کا مقصد نہ صرف ظاہری عمل ہوتا ہے، بلکہ اس کے ذریعے انسان اپنی روحانی ترقی کو یقینی بناتا ہے اور اللہ کی رضا کی جستجو کرتا ہے۔

اس فصل میں ہم عبادات کا مفہوم اور ان کی روحانی جہت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ ہم یہ دیکھیں گے کہ کس طرح صوفیانہ روایات میں عبادات کو ایک مخصوص انداز میں اہمیت دی جاتی ہے اور ان کو روحانیت کی تکمیل کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔

1. عبادات کا مفہوم اور تصوف میں ان کی روحانی جہت

عبادات عربی زبان میں عبادۃ سے نکلا ہے، جس کا مفہوم ہے "اللہ کے سامنے عاجزی اور بندگی کا اظہار"۔ عبادات کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا اور اس کی محبت میں غرق ہونا ہے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق، عبادات انسان کے دل اور عمل دونوں کو اللہ کے لیے خاص کرتی ہیں۔

تصوف میں عبادات کا مقصد صرف ایک جسمانی عمل یا عبادت کے فرض کی ادائیگی نہیں بلکہ روحانی ارتقاء اور اللہ کے ساتھ گہرا تعلق قائم کرنا ہوتا ہے۔ تصوف میں عبادات کو روحانیت کا ذریعہ اور اللہ کی رضا کا وسیلہ سمجھا جاتا ہے۔

1.1 عبادت کی اہمیت اور تصوف میں اس کا مقام

اسلامی تعلیمات میں عبادات کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ قرآن اور حدیث میں عبادات کی اہمیت پر بار بار زور دیا گیا ہے، کیونکہ عبادات انسان کو اللہ کے قریب لاتی ہیں اور اس کے دل کو سکون و اطمینان فراہم کرتی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾¹

”میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔“

تصوف میں عبادات کی روحانی جہت کو سمجھنا ضروری ہے، جہاں عبادات کو نہ صرف فرض ادا کرنے کے طور پر دیکھا جاتا ہے بلکہ اسے ایک روحانی سفر کے طور پر لیا جاتا ہے، جس میں انسان اپنی روح کی صفائی کرتا ہے اور اللہ کی رضا کی جستجو کرتا ہے۔

2. صوفیانہ روایات میں عبادات کا مخصوص انداز

صوفیانہ روایات میں عبادات کو روحانی ترقی کے ایک اہم ذریعہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ صوفیاء کے مطابق، عبادات صرف جسمانی عمل نہیں بلکہ یہ ایک روحانی تجربہ ہیں، جن کے ذریعے انسان اللہ کے قریب پہنچتا ہے اور اس کی صفات کا ادراک کرتا ہے۔ صوفیاء نے عبادات میں مراقبہ، ذکر، نفل نمازیں اور اللہ کے ساتھ تعلق کی نوعیت کو بہت زیادہ اہمیت دی۔

2.1 ذکر اور نماز کی روحانی حقیقت

ذکر اور نماز تصوف میں ایک خاص روحانی اہمیت رکھتے ہیں اور صوفیاء کے نزدیک یہ دونوں عبادات اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے اور اس کے قرب کو حاصل کرنے کے اہم ترین وسائل ہیں۔ تصوف میں عبادات کا مقصد صرف ظاہری طور پر فرض ادا کرنا نہیں، بلکہ ان کا اصل مقصد انسان کے دل کو اللہ کی محبت سے بھرنا اور روحانی صفائی حاصل کرنا ہے۔

1. ذکر کی روحانی حقیقت

ذکر اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرنے کا سب سے اہم طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک، ذکر نہ صرف زبان سے اللہ کا نام لینا ہے بلکہ دل کی گہرائی سے اللہ کی محبت اور یاد میں غرق ہونا ہے۔ ذکر کی حالت میں انسان کا دل اللہ

¹ الذاریات: ۵۶

کی یاد سے مملو ہوتا ہے اور اس کی روح میں سکون اور طمانیت آتی ہے۔ صوفیاء کا یہ ماننا ہے کہ ذکر اللہ کے قرب تک پہنچنے کا سب سے سیدھا اور روحانی ذریعہ ہے، اور اس کے ذریعے انسان اپنی نفسانی خواہشات کو شکست دیتا ہے اور اپنی روحانی صفائی کو بڑھاتا ہے۔

ابن قیم الجوزیہ نے اپنی کتاب "مدارج السالکین" میں ذکر کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا:

"ذکر انسان کے دل کو زندہ کرتا ہے اور اسے اللہ کی محبت میں غرق کرتا ہے"¹

مولانا رومی نے بھی ذکر کی اہمیت کو اپنی تصنیف "مثنوی" میں اس طرح بیان کیا:

"جسم را خوراک باید و دل را ذکر"²

"جس طرح جسم کے لیے خوراک ضروری ہے، ویسے ہی دل کے لیے ذکر ضروری ہے۔"

یہ بات صاف طور پر ظاہر کرتی ہے کہ ذکر تصوف میں نہ صرف ایک عبادت ہے بلکہ ایک روحانی سفر ہے جو انسان کے دل کو اللہ کی محبت سے روشن کرتا ہے۔

نماز کی روحانی حقیقت

نماز ایک ایسی عبادت ہے جسے اسلام میں فرض کیا گیا ہے، لیکن تصوف میں اس کو صرف ایک جسمانی عبادت کے طور پر نہیں بلکہ روحانی صفائی اور اللہ کے ساتھ تعلق بڑھانے کا وسیلہ سمجھا جاتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک، نماز نہ صرف ایک فرض عبادت ہے بلکہ یہ انسان کے دل کی حالت کو اللہ کے ساتھ گہرے تعلق کی طرف مائل کرتی ہے۔

نماز میں دعا، رکوع، سجدہ اور قیام جیسے افعال کے ذریعے انسان اپنے جسم اور دل کو اللہ کے حضور میں جھکا دیتا ہے۔ اس عبادت کے ذریعے انسان اپنے نفس کو پاک کرتا ہے اور اللہ کی رضا کی جستجو کرتا ہے۔ نماز، تصوف میں ایک

¹ ابن قیم الجوزیہ، مدارج السالکین (بیروت: دار الفکر، 2001)، صفحہ 92

² مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی (بیروت: دار الفکر، 2000)، جلد 1، صفحہ 110

روحانی کیفیات کو اجاگر کرتی ہے، جس میں انسان اللہ کی صفات کا ادراک کرتا ہے اور اسے اپنی زندگی کا مقصد سمجھتا ہے۔

ابن قیم الجوزیہ نے "مدارج السالکین" میں نماز کے روحانی اثرات پر لکھا:

"الصلاة غذاء الروح، تقرب القلب إلى الله" ¹

"نماز ایک روحانی غذا ہے، جس کے ذریعے انسان اپنے دل کو اللہ کے قریب لے آتا ہے"

شیخ ابن عطاء اللہ سکندری نے بھی نماز کی اہمیت کو اس طرح بیان کیا:

"نماز انسان کو اپنے نفس سے بلند کرتی ہے اور اسے اللہ کے ساتھ ایک روحانی تعلق قائم کرنے کی طاقت دیتی ہے" ²

نماز کی روحانی حقیقت کو سمجھنے کے لیے حضور اکرم ﷺ کی حدیث بھی اہم ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"نماز مومن کا معراج ہے" یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے انسان اللہ کے قریب پہنچتا ہے اور اس کی روحانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔

خانقاہوں میں عبادات کا روحانی طرز:

خانقاہوں میں عبادات کا ایک خاص روحانی طرز ہوتا ہے، جس میں صوفیاء عبادات کو ایک گروہ کی صورت میں انجام دیتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کی یاد میں مشغول رہتے ہیں۔ خانقاہی روایات میں عبادات صرف جسمانی عمل نہیں بلکہ روحانی ترقی اور دل کی صفائی کا ذریعہ سمجھی جاتی ہیں۔ خانقاہوں میں عبادات کی روحانی فضا میں انسان اللہ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، اور ان عبادات کے ذریعے اللہ کی رضا اور روحانی صفائی حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

¹ ابن قیم الجوزیہ، مدارج السالکین، صفحہ 98

² ابن عطاء اللہ سکندری، الحکم (بیروت: دار الفکر، 1999)، صفحہ 57

صوفیاء کے مطابق عبادات میں نہ صرف جسمانی مشقت شامل ہوتی ہے بلکہ اس کا مقصد اللہ کے ساتھ گہرا تعلق قائم کرنا ہوتا ہے۔ خانقاہوں میں یہ بات خاص طور پر تسلیم کی جاتی ہے کہ عبادت انسان کے دل کو پاک کرتی ہے اور اس کی روحانی صفائی کا ذریعہ بنتی ہے۔

1.1 خانقاہی عبادات میں اہم طریقے

خانقاہوں میں عبادات کے مخصوص طریقے اپنائے جاتے ہیں، جن میں ذکرِ اللہ، مراقبہ اور نفل عبادات اہم ترین عبادات ہیں جو روحانی ترقی کے لیے ضروری سمجھی جاتی ہیں۔

• ذکر: ذکر، اللہ کا نام لینے کا عمل ہے، جو صوفیاء کی تعلیمات میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ذکر کا مقصد اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنا اور دل کو اللہ کی محبت میں غرق کرنا ہے۔ ذکر کے ذریعے انسان اپنے دل کو صاف کرتا ہے، اور اللہ کے ساتھ تعلق کو مزید مستحکم کرتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا: "ذکر کے ذریعے دل میں اللہ کی محبت کی روشنی پیدا ہوتی ہے، اور یہ روشنی انسان کو اللہ کے راستے پر چلنے کے لیے رہنمائی دیتی ہے"¹

• مراقبہ: مراقبہ ایک اہم روحانی عمل ہے جس میں انسان اللہ کی موجودگی کے بارے میں غور و فکر کرتا ہے۔ خانقاہوں میں مراقبہ ایک خاص طریقہ کار کے تحت کیا جاتا ہے، جس میں صوفیاء اپنے دل اور دماغ کو اللہ کی یاد میں غرق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ عمل انسان کی روحانی صفائی اور اللہ کے قرب کو حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ ابن عربی نے مراقبہ کی اہمیت کو یوں بیان کیا:

"مراقبہ انسان کے دل کو اللہ کے ساتھ قرب میں لے آتا ہے اور اس کی روحانیت کو نئی بلندیوں تک پہنچاتا ہے"²

• نفل عبادات: نفل عبادات جیسے تہجد، دعا، اور اللہ کی رضا کے لیے عبادت خانقاہوں میں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ یہ عبادات نماز کے علاوہ کی جاتی ہیں اور انسان کو روحانی سکون اور اللہ کے ساتھ قرب حاصل کرنے کا

¹ شیخ عبدالقادر جیلانی، فتوح الغیب، صفحہ 128

² ابن عربی، فصوص الحکم، صفحہ 53

ذریعہ بنتی ہیں۔ صوفیاء کے مطابق، نفل عبادات انسان کے دل میں اللہ کے ساتھ تعلق کو مزید گہرا کرتی ہیں اور روحانی صفائی میں مدد دیتی ہیں۔

خانقاہی نظام اور روحانی ترقی

خانقاہی نظام کا مقصد انسان کو اللہ کے ساتھ گہرا تعلق قائم کرنے کی رہنمائی دینا ہے۔ یہ نظام انسان کو روحانی صفائی کی طرف رہنمائی فراہم کرتا ہے، جہاں صوفیاء اپنے مریدوں کو اللہ کی رضا کے حصول اور اس کے قرب میں بڑھنے کے لیے مختلف عبادات کی تعلیم دیتے ہیں۔ خانقاہی روایات میں عبادات کا مقصد انسان کی روحانی ترقی اور اللہ کی رضا کا حصول ہے۔

امام غزالی نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں اس بارے میں لکھا:

"عبادت انسان کی روح کی صفائی کا ذریعہ ہے اور اس کے ذریعے انسان اللہ کے قریب پہنچتا ہے"¹

یہ عبارت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ خانقاہی عبادات انسان کے دل اور روح کو اللہ کے ساتھ مضبوط تعلق میں ڈھالنے کے لیے ہیں، اور ان کا مقصد انسان کی روحانی ترقی ہے۔

خانقاہی روایات میں عبادات کا روحانی طرز انسان کو اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے اور اس کے قرب میں بڑھنے کی کوشش میں رہنمائی دیتا ہے۔ ذکر، مراقبہ اور نفل عبادات جیسے اہم طریقے خانقاہوں میں روحانیت کی تکمیل کا ذریعہ بنتے ہیں، جہاں صوفیاء اور مریدین اپنی روحانی ترقی کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ اللہ کی یاد میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ عبادات انسان کے دل کی صفائی اور اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہیں، اور ان کے ذریعے انسان اللہ کے ساتھ گہرا تعلق قائم کرتا ہے۔

پنجاب کے خانقاہی نظام کا تجزیاتی مطالعہ

پنجاب کا خانقاہی نظام ایک تاریخی اور ثقافتی ورثہ ہے، جس نے نہ صرف روحانیت کو فروغ دیا بلکہ سماجی، ثقافتی اور مذہبی تبدیلیوں پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ خانقاہوں کا بنیادی مقصد اللہ کے ساتھ تعلق کو مستحکم کرنا اور

¹ امام غزالی، احیاء العلوم، جلد 1، صفحہ 35

روحانی صفائی کی جستجو کرنا تھا، جس کے ذریعے انسان اللہ کی رضا اور قرب حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ پنجاب میں خانقاہی نظام نے تصوف اور عبادات کی ایک خاص روایت کو فروغ دیا، اور یہ روایت آج بھی پنجاب کے معاشرتی ڈھانچے میں اپنی اہمیت برقرار رکھے ہوئے ہے۔

اس مطالعے میں ہم پنجاب کے خانقاہی نظام کا تجزیہ کریں گے، جس میں اس کے تاریخی پس منظر، روحانی اثرات، سماجی کردار، اور خانقاہی عبادات کی اہمیت پر روشنی ڈالی جائے گی۔ ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ کس طرح خانقاہوں نے پنجاب کے معاشرتی اور ثقافتی ڈھانچے کو متاثر کیا۔

پنجاب میں خانقاہی نظام کی بنیاد تصوف کے مختلف صوفی سلسلوں پر ہے، جنہوں نے نہ صرف روحانیت کی تعلیم دی بلکہ سماجی اور سیاسی سطح پر بھی اثر ڈالا۔ پنجاب میں تصوف کا آغاز گیارہویں صدی کے آخر میں ہوا، جب مسلمانوں نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی۔ حضرت علی ہجویری (داتا گنج بخش) کی آمد کے بعد پنجاب میں تصوف نے زیادہ فروغ حاصل کیا۔ حضرت علی ہجویری کی کتاب "کشف المحجوب" نے تصوف کے اصولوں کو عوامی سطح پر پیش کیا اور ان کی تعلیمات نے پنجاب کے لوگوں کو مذہبی و روحانی لحاظ سے بہت متاثر کیا۔

خانقاہوں کا نظام اس دور میں ایک روحانی مرکز کے طور پر عمل کرتا تھا، جہاں صوفیاء نہ صرف عبادات کرتے بلکہ روحانی تعلیمات دیتے اور مریدین کو اللہ کے قریب پہنچنے کی رہنمائی کرتے۔ ان خانقاہوں کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا اور انسانی روح کی صفائی تھا۔

خانقاہوں میں ذکر اور مراقبہ کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ ذکر کے ذریعے انسان اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرتا ہے، اور مراقبہ اللہ کی موجودگی پر غور و فکر کرنے کا عمل ہوتا ہے، جس میں انسان کو اللہ کی صفات کا ادراک ہوتا ہے۔ اس عمل سے انسان کا دل صاف ہوتا ہے اور وہ اللہ کے قریب پہنچتا ہے۔

داتا گنج بخش نے ذکر کی اہمیت پر کہا:

"ذکر کے ذریعے دل میں اللہ کی محبت کی روشنی پیدا ہوتی ہے"¹

¹ داتا گنج بخش، کشف المحجوب، صفحہ 112

تاریخی اُدوار کے گہرے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب میں خانقاہوں کا نظام روحانی تعلیمات دینے کے ساتھ ساتھ سماجی سطح پر بھی ایک اہم کردار ادا کرتا تھا۔ خانقاہوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دیا۔ صوفیاء کی تعلیمات نے مختلف مذہبی عقائد کو ملانے کا کام کیا، اور لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور احترام سے پیش آنے کی تعلیم دی۔

خانقاہوں کا اثر نہ صرف روحانیت پر تھا بلکہ ان کا سماجی کردار بھی اہم تھا۔ خانقاہیں ایک سماجی مرکز بن چکی تھیں جہاں لوگ روحانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ سماجی مسائل پر بات کرتے تھے اور صوفیاء عوام کی رہنمائی کرتے تھے۔ خانقاہوں نے سماجی انصاف کے اصولوں کو فروغ دیا اور لوگوں کی مدد کی، چاہے وہ غربت ہو یا کوئی اور معاشرتی مسئلہ۔

حضرت علی ہجویری کی تعلیمات نے پنجاب کے لوگوں کو روحانیت اور سماجی انصاف کی جستجو میں مدد دی، اور اس نے سماجی تبدیلی کی تحریک کو فروغ دیا۔ ان کی کتاب "کشف المحجوب" نے تصوف کو ایک سماجی انقلاب کی صورت میں پیش کیا۔

ہر نظام کی طرح خانقاہی نظام میں بھی افراط و تفریط کے رجحانات موجود تھے۔ بعض خانقاہوں میں عبادات اور روحانی عملوں میں غلو اور مبالغہ کیا گیا، جس کی وجہ سے بعض لوگوں نے خانقاہوں کے عمل کو اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر دیکھا۔ اس میں خاص طور پر وحدت الوجود اور فنا فی اللہ جیسے تصورات پر تنقید کی گئی۔

ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "شہات التصوف" میں ان تصورات پر اعتراض کیا:

"فنا فی اللہ اور وحدت الوجود جیسے نظریات اسلامی عقیدہ توحید کے خلاف ہیں"¹

آج پنجاب میں کچھ ہی خانقاہوں میں اہم روحانی اور سماجی اثر موجود ہے۔ خانقاہیں روحانی تعلیمات کے علاوہ سماجی خدمت کا کام بھی کرتی ہیں، جہاں لوگ آکر اپنی روحانی تربیت حاصل کرتے ہیں اور سماجی مسائل پر بات کرتے ہیں۔ خانقاہوں نے اللہ کی رضا کی جستجو اور سماجی بہتری کی راہیں دکھائیں ہیں۔

¹ ابن تیمیہ، شہات التصوف، صفحہ 122

جب تک خانقاہی نظام اصل تعلیمات اسلام سے منسلک رہا تو اس نظام نے نہ صرف روحانیت کی جڑوں کو مضبوط کیا بلکہ سماجی ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کے اصولوں کو بھی فروغ دیا۔ اور ان خانقاہوں میں عبادات کا روحانی طرز انسان کو اللہ کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم کرنے کے لیے رہنمائی فراہم کرتا رہا۔ صوفیاء کی تعلیمات نے روحانی صفائی اور اللہ کے ساتھ تعلق کو اہمیت دی، اور ان کے ذریعے پنجاب کے معاشرتی اور ثقافتی ڈھانچے میں بہتری آئی۔

عبادت کا تصوف میں عملی اور روحانی پہلو

تصوف میں عبادات کے عملی اور روحانی پہلو دونوں کو اہمیت دی جاتی ہے۔ عملی پہلو میں عبادات جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، اور حج کو فرض عبادات کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے، لیکن ان عبادات کا مقصد صرف جسمانی اطاعت نہیں ہوتا، بلکہ ان کا اصل مقصد اللہ کی رضا کا حصول اور روحانی صفائی ہوتا ہے۔

روحانی پہلو میں عبادات کو ایک روحانی تجربہ کے طور پر سمجھا جاتا ہے، جہاں ہر عبادت اللہ کے ساتھ تعلق بڑھانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ صوفیاء عبادات کو ایک مراقبہ اور اللہ کی صفات کا ادراک کے طور پر دیکھتے ہیں، جو کہ انسان کی روحانی ترقی کا سبب بنتا ہے۔

امام غزالی نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں عبادات کی روحانیت پر کہا:

"عبادت کا مقصد صرف ظاہری عمل نہیں ہے، بلکہ اس کا اصل مقصد اللہ کے ساتھ ایک گہرا تعلق قائم کرنا ہے"¹

عبادت اسلامی عقیدہ کا ایک اہم حصہ ہیں اور تصوف میں ان کی ایک خاص روحانی جہت ہے۔ صوفیانہ روایات میں عبادات کو صرف جسمانی عمل کے طور پر نہیں دیکھا جاتا، بلکہ انہیں روحانی تجربہ اور اللہ کے قریب پہنچنے کے ذرائع کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ تصوف میں عبادات کا مقصد صرف فرض ادا کرنا نہیں بلکہ اللہ کی رضا کی جستجو اور روحانی صفائی ہے۔

¹ امام غزالی، احیاء العلوم، جلد 1، صفحہ 35

ذکر و اذکار — اسلامی نظریہ اور صوفیانہ انداز

ذکر اور اذکار اسلامی عبادات کا ایک اہم حصہ ہیں، اور ان کا مقصد انسان کو اللہ کے ساتھ تعلق میں گہرا کرنا اور اس کی محبت میں غرق کرنا ہے۔ ذکر کا عمل صرف زبان سے نہیں بلکہ دل سے بھی کیا جاتا ہے، اور یہ انسان کو اللہ کی یاد میں مغمور کرنے کا ذریعہ ہے۔ تصوف میں ذکر کی ایک خاص روحانی اہمیت ہے، جس کے ذریعے انسان اللہ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

ذکر کی قرآنی و حدیثی حیثیت

قرآن اور حدیث میں ذکر کی اہمیت بار بار ذکر کی گئی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾¹

”جو لوگ ایمان لاتے اور جن کے دل یادِ خدا سے آرام پاتے ہیں (ان کو) اور سن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں“

یہ آیت ذکر کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، کیونکہ اس میں ذکر کے ذریعے دل کی سکونت اور اللہ کے ساتھ تعلق کو مستحکم کرنے کی بات کی گئی ہے۔

حدیث میں بھی ذکر کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے، جیسے عقبہ بن عامر سے ایک روایت ہے؛

”... انظروا إلى عبدی هذا يؤذن ويقيم للصلاة، يخاف مني، قد غفرت لعبدي، وأدخلته الجنة“²

اس حدیث میں ذکر کی اہمیت واضح کی گئی ہے، کیونکہ ذکر سے انسان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

¹ القرآن سورة الرعد: ٢٨

² أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السجستاني (المتوفى: 275 هـ)، سنن أبي داود، دار الرسالة العالمية،

الطبعة: الأولى، 1430 هـ - 2009 م، رقم الحديث 1203

2. صوفیاء کے اذکار کے منفرد اسالیب:

صوفیاء نے ذکر کو ایک روحانی عمل کے طور پر اپنایا اور اس کے ذریعے اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ صوفیاء کے اذکار میں بہت سے منفرد اسالیب ہیں، جیسے:

- اذکار جماعی: یہ وہ اذکار ہیں جو جماعت کی صورت میں کیے جاتے ہیں۔ خانقاہوں میں صوفیاء اور مریدین گروہ کی صورت میں ذکر کرتے ہیں تاکہ وہ ایک دوسرے کو اللہ کی یاد میں مشغول رکھیں۔
- مستمر ذکر: بعض صوفیاء نے ذکر کو زندگی کا ایک مستقل عمل بنالیا، اور وہ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں، چاہے وہ کسی بھی کام میں مشغول ہوں۔
- ذکر خفی: یہ وہ ذکر ہے جو دل سے کیا جاتا ہے، زبان سے نہیں۔ یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ذکر صرف لفظوں کا نہیں بلکہ دل کی حالت کا عمل ہے۔

امام غزالی نے اپنی کتاب "الاذکار" میں ذکر کے روحانی فوائد کو اس طرح بیان کیا:

"ذکر اللہ دل کی صفائی اور روح کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اور یہ انسان کو اللہ کی قربت میں لے آتا ہے"¹

ذکر اور تصوف

تصوف میں ذکر کو روحانی ترقی کا ایک اہم ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی نے ذکر کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا:

"ذکر کے ذریعے انسان کے دل میں اللہ کی محبت کی روشنی پیدا ہوتی ہے، اور یہ روشنی انسان کو اللہ کے راستے پر چلنے کے لیے رہنمائی دیتی ہے"²

¹ امام غزالی، الاذکار (بیروت: دار الفکر، 2000)، صفحہ 56

² شیخ عبدالقادر جیلانی، فتوح الغیب، صفحہ 102

3. چلہ کشی، ریاضت اور مجاہدہ—شرعی و صوفیانہ نقطہ نظر

چلہ کشی، ریاضت اور مجاہدہ تصوف کے اہم اجزاء ہیں۔ ان تینوں عملوں کو روحانی ترقی اور اللہ کے قرب تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ تاہم، ان پر اسلامی شریعت اور صوفیانہ نقطہ نظر میں کچھ مختلف زاویے ہیں۔

چلہ کشی

چلہ کشی ایک روحانی عمل ہے جس میں انسان اللہ کی رضا کے لیے طویل عبادات کرتا ہے اور دنیاوی خواہشات سے کنارہ کش ہو کر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ چلہ کشی کا مقصد روحانی صفائی اور اللہ کے ساتھ گہرا تعلق قائم کرنا ہوتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب "حیات الاولیاء" میں چلہ کشی کے اثرات پر روشنی ڈالی اور اس کے ذریعے اللہ کے قریب پہنچنے کو اہمیت دی:

"چلہ کشی انسان کی روحانی ترقی کے لیے ضروری ہے، اور اس کے ذریعے اللہ کی رضا اور قرب حاصل کیا جاسکتا ہے"¹

ریاضت

ریاضت ایک خود کو نفس کی خواہشات سے بچانے اور اپنی روحانیت کو بڑھانے کا عمل ہے۔ یہ تصوف میں ایک اہم عنصر ہے، جہاں انسان اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کے راستے پر مضبوطی سے چل سکے۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنی کتاب "التصوف فی الاسلام" میں ریاضت کی اہمیت کو بیان کیا:

"ریاضت انسان کی روح کی تربیت اور نفس کی اصلاح کا ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے انسان اپنی روحانیت کو بہتر بناتا ہے"²

¹ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حیات الاولیاء (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 2000)، صفحہ 214

² ڈاکٹر طاہر القادری، التصوف فی الاسلام (لاہور: دار الفکر، 2001)، صفحہ 71

مجاہدہ

مجاہدہ کا مطلب ہے اللہ کے راستے میں اپنی کوشش اور مشقت کو بڑھانا۔ یہ تصوف کے ایک اہم اصول کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جس میں انسان اپنی مادی خواہشات کو ترک کرتا ہے اور اللہ کی رضا کے لیے اپنی زندگی کی تمام خوشیوں کو قربان کر دیتا ہے۔

امام غزالی نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں مجاہدہ کی اہمیت کو یوں بیان کیا:

"مجاہدہ انسان کی روحانی قوت کو بڑھاتا ہے اور اس کے دل کو اللہ کے ساتھ تعلق میں مضبوط کرتا ہے"¹

ذکر اور عبادات تصوف میں ایک روحانی عمل کے طور پر اہمیت رکھتے ہیں اور ان کے ذریعے انسان اللہ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ چلہ کشی، ریاضت اور مجاہدہ روحانی ترقی کے اہم مراحل ہیں جو صوفیاء کی تعلیمات میں دکھائے گئے ہیں۔ ان اعمال کو نہ صرف روحانی صفائی اور اللہ کے قرب کی جستجو کے طور پر دیکھا جاتا ہے بلکہ یہ انسان کی نفسانی خواہشات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے بھی ضروری ہیں۔ اسلامی شریعت اور صوفیانہ نقطہ نظر میں ان اعمال کا توازن اور اس کی روحانی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔

سماع، وجد اور روحانی کیفیات: پنجاب کے خانقاہی نظام کے تناظر میں

سماع اور وجد روحانی کیفیات ہیں جو تصوف میں ایک اہم مقام رکھتی ہیں، اور ان کی حقیقت، شرعی و تصوفی پہلو، اور ان کے مثبت و منفی اثرات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ پنجاب میں خانقاہی نظام کا ایک طویل تاریخ ہے، جہاں صوفیاء نے سماع اور وجد کو اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کے لیے استعمال کیا۔ ان روحانی کیفیات کا تعلق صرف روحانیت سے نہیں بلکہ سماجی، ثقافتی اور مذہبی سطح پر بھی ہے، جہاں ان کی مدد سے انسان اللہ کے قریب پہنچنے کی جستجو کرتا ہے۔ اس حصے میں ہم سماع اور وجد کی حقیقت، ان کے شرعی و تصوفی پہلو، اور ان کے مثبت اور منفی اثرات کا تجزیہ کریں گے۔ ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ پنجاب کے خانقاہی نظام میں سماع اور وجد کا کس طرح استعمال کیا گیا اور ان کے اثرات کا کیا نتیجہ نکلا۔

¹ امام غزالی، احیاء العلوم، جلد 2، صفحہ 45

سماع کی حقیقت

سماع، جو کہ عربی لفظ "سننا" یا "سمجھنا" کے معنوں میں آتا ہے، تصوف میں اللہ کے ذکر کو موسیقی یا نغمے کے ذریعے روحانی سکون حاصل کرنے کا عمل ہے۔ صوفیاء کے نزدیک، سماع ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے ذریعے انسان اللہ کی محبت میں غرق ہو کر اللہ کے ساتھ تعلق کو مستحکم کرتا ہے۔

سماع کا شرعی پہلو

اسلامی شریعت میں موسیقی اور نغموں پر مختلف آراء ہیں۔ بعض علماء نے موسیقی کو حرام قرار دیا، جب کہ دوسرے اسے روحانی ترقی اور اللہ کی یاد کے وسیلے کے طور پر جائز سمجھتے ہیں، بشرطیکہ وہ شرعی حدود میں رہے۔

مولانا یوسف لدھیانوی نے اپنی کتاب "سماع اور شریعت" میں اس پر روشنی ڈالی اور کہا:

"سماع اگر اللہ کے ذکر اور روحانی ترقی کے لیے ہو، تو یہ جائز ہے، لیکن اگر یہ غیر اخلاقی مقاصد کے لیے ہو، تو وہ حرام ہو جاتا ہے"¹

سماع کا تصوفی پہلو

صوفیاء کے نزدیک سماع ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان اللہ کے ذکر میں غرق ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں اللہ کی محبت کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ سماع کے ذریعے روحانیت میں اضافے کی جستجو کی جاتی ہے، اور یہ انسان کو اللہ کے قریب لے جاتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی (رحمت اللہ علیہ) کی تعلیمات میں سماع کو روحانی تربیت کا اہم وسیلہ سمجھا گیا ہے، اور ان کے شاگرد حضرت امیر خسرو نے سماع کو روحانیت کی بلندی کا ذریعہ قرار دیا۔

¹ مولانا یوسف لدھیانوی، سماع اور شریعت (لاہور: مکتبہ اسلامی، 2003)، صفحہ 45

حضرت امیر خسرو نے کہا:

"سماع دل کو اللہ کے ذکر میں مغمور کرتا ہے اور یہ انسان کو اللہ کے قریب لے آتا ہے"¹ یہ بات پنجاب کے خانقاہی نظام میں بھی دیکھی جاسکتی ہے، جہاں سماع کے ذریعے مریدین اور صوفیاء اپنے دلوں کو اللہ کے ذکر سے صاف کرتے تھے۔

وجد کی حقیقت

وجد ایک روحانی کیفیات ہے جس میں انسان اللہ کی محبت اور اللہ کی موجودگی میں اتنا غرق ہو جاتا ہے کہ وہ دنیا و مافیہا سے بے گلہ ہو جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی حالت ہے جس میں انسان کو اللہ کے قرب کا گہرا احساس ہوتا ہے اور وہ اپنے تمام مادی فکر و غم کو چھوڑ کر صرف اللہ کی محبت اور یاد میں غرق ہو جاتا ہے۔ وجد ایک ایسی روحانی کیفیت ہے جو انسان کو اللہ کی قربت میں لے آتی ہے، اور اس کے دل میں اللہ کی محبت اور یاد کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔

ابن عربی نے وجد کی حقیقت کو یوں بیان کیا:

"وجد کی حالت انسان کو اللہ کے عشق میں غرق کر دیتی ہے، اور اس کا دل اللہ کی محبت میں مغمور ہو جاتا ہے"²

وجد میں انسان کا دل اللہ کی یاد میں اتنا لگن ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز کو اللہ کی موجودگی کے ساتھ محسوس کرتا ہے، اور یہی حالت روحانی عروج کی علامت ہوتی ہے۔

وجد کا شرعی پہلو

وجد کو اسلامی شریعت میں ایک روحانی حالت کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، بشرطیکہ یہ انسان کو اللہ کے راستے پر لے جائے اور اس میں غصہ یا غیر اخلاقی عمل شامل نہ ہو۔ وجد میں انسان کا مقصد اللہ کے ساتھ تعلق کو مزید مضبوط کرنا اور اپنی روحانی صفائی حاصل کرنا ہوتا ہے۔

مولانا یوسف لدھیانوی نے اپنی کتاب "سماع اور شریعت" میں کہا:

¹ حضرت امیر خسرو، ہندو (رامپور رضالا بیری، رام پور، 2001)، صفحہ 112

² ابن عربی، فصوص الحکم، صفحہ 53

"وجد ایک روحانی کیفیت ہے جو انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرتی ہے، اور یہ انسان کو اللہ کے راستے پر چلنے کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے"¹

وجد کا تصوفی پہلو:

صوفیاء کے نزدیک وجد وہ حالت ہے جب انسان اللہ کی محبت میں اتنا غرق ہو جاتا ہے کہ وہ ہر چیز کو اللہ کے قریب پاتا ہے۔ صوفیانہ تعلیمات میں وجد کو روحانی عروج کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اور یہ انسان کے دل میں اللہ کی موجودگی کو محسوس کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

ابن عربی نے وجد کی حالت کو روحانی ارتقاء کی ایک علامت کے طور پر بیان کیا:

"وجد کی حالت انسان کو اللہ کے عشق میں غرق کر دیتی ہے، اور اس کا دل اللہ کی محبت میں مغمور ہو جاتا ہے"²

سماع اور وجد کے مثبت اثرات

سماع اور وجد انسان کے دل میں اللہ کی محبت اور یاد کو مضبوط کرتے ہیں۔ یہ روحانی کیفیات انسان کو اللہ کے ساتھ تعلق میں گہرا کرتی ہیں، اور اس کی روحانی صفائی میں مدد دیتی ہیں۔ پنجاب کے خانقاہی نظام میں، سماع اور وجد کی حالتیں مریدین کو اللہ کے قریب لے جانے کا ذریعہ بنتی تھیں۔

پنجاب میں سماع اور وجد کے اثرات

پنجاب میں خانقاہی نظام نے سماع اور وجد کی حالتوں کو بڑے پیمانے پر اپنایا۔ خانقاہوں میں سماع کے ذریعے مریدین کو اللہ کی یاد اور محبت کی گہرائی میں غرق کیا جاتا تھا۔ اس روحانی عمل نے نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی سطح پر بھی روحانیت کو فروغ دیا۔

حضرت علی ہجویری (داتا گنج بخش) نے سماع کو اللہ کے ذکر کے ایک اہم وسیلے کے طور پر پیش کیا اور فرمایا:

¹ مولانا یوسف لدھیانوی، سماع اور شریعت، صفحہ 80

² ابن عربی، فصوص الحکم، صفحہ 53

"سماع کے ذریعے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے، اور یہ محبت انسان کو اللہ کے قریب لے آتی ہے"¹

3.2 روحانی سکون کا حصول

سماع اور وجد کے ذریعے انسان روحانی سکون حاصل کرتا ہے۔ ان کیفیات میں انسان کو اللہ کی قربت کا احساس ہوتا ہے، جو اس کی روحانیت کو نکھارتا ہے اور اسے اللہ کی رضا کی جستجو میں مزید مگن کرتا ہے۔

سماع اور وجد کے منفی اثرات

اگرچہ سماع اور وجد کے اثرات عموماً مثبت ہیں، لیکن ان کا غلو یا غیر شرعی طریقے سے استعمال منفی اثرات کا سبب بن سکتا ہے۔ بعض اوقات، سماع اور وجد کی شدت انسان کو غصہ یا غیر اخلاقی عمل کی طرف بھی لے جاسکتی ہے۔

غلو اور افراط و تفریط

ابن تیمیہ نے سماع اور وجد کے افراط پر تنقید کی اور کہا:

"سماع اور وجد اگر انسان کو غیر اخلاقی عمل کی طرف لے جائیں یا اللہ کی یاد سے دور کر دیں، تو یہ منفی اثرات مرتب کرتے ہیں"²

سماع اور وجد کا غیر متوازن استعمال

پنجاب کے خانقاہی نظام میں بھی بعض اوقات سماع کا غلو یا غیر متوازن استعمال ہوا، جس کی وجہ سے بعض مریدین کو روحانی مغالطہ یا جذباتی بے قابو حالت کا سامنا ہوا۔ ان حالات میں، سماع اور وجد کے روحانی فوائد کم اور ان کے منفی اثرات زیادہ محسوس ہوئے۔

سماع اور وجد تصوف کی روحانی کیفیات ہیں جو انسان کو اللہ کے قریب لے جانے اور اس کی روحانی صفائی میں مدد فراہم کرتی ہیں۔ پنجاب کے خانقاہی نظام میں ان کیفیات کو بہت اہمیت دی گئی ہے، اور سماع اور وجد کو روحانی سکون اور اللہ

¹ حضرت علی ہجویری، کشف المحجوب، صفحہ 134

² ابن تیمیہ، شہادت التصوف، صفحہ 122

کی یاد میں غرق ہونے کا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ تاہم، ان کیفیات کا غلو یا غیر شرعی طریقے سے استعمال ان کے منفی اثرات کا سبب بن سکتا ہے، اور اس کے نتیجے میں انسان کی روحانی صفائی متاثر ہو سکتی ہے۔

پنجاب کی خانقاہی روایات — اسلامی ثقافت پر ان کے اثرات

خانقاہی نظام ایک اہم روحانی اور سماجی ادارہ رہا ہے، خاص طور پر پنجاب میں جہاں صوفیاء نے اپنی تعلیمات کو پھیلانے کے لیے خانقاہوں کو مرکز بنایا۔ ان خانقاہوں میں عبادات، سماع، وجد، اور روحانی تربیت کی جاتی تھی، اور ان کا مقصد اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنا اور لوگوں کو روحانی صفائی کی راہ دکھانا تھا۔ اس سلسلے میں پنجاب کی خانقاہوں نے نہ صرف روحانی سطح پر اثرات مرتب کیے بلکہ سماجی، سیاسی، اور تعلیمی پہلوؤں پر بھی گہرے اثرات چھوڑے۔

اس حصے میں ہم خانقاہی نظام کی تاریخ اور اس کے اثرات کا تجزیہ کریں گے، اور خاص طور پر ان کے سماجی، سیاسی، اور تعلیمی اثرات پر روشنی ڈالیں گے۔

خانقاہی نظام اور اس کی عبادات پر اثرات

خانقاہی نظام ایک روحانی ادارہ تھا جہاں صوفیاء اور مریدین عبادات کے ذریعے اللہ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس میں سماع، ذکر اور مراقبہ جیسی عبادات کا اہتمام کیا جاتا تھا، جنہیں روحانی صفائی اور اللہ کے قرب کے لیے اہم سمجھا جاتا تھا۔ پنجاب کے خانقاہی نظام میں ان عبادات کا بہت اہم کردار تھا، اور ان کے ذریعے ایک روحانی ماحول تشکیل دیا گیا تھا جس میں مریدین کو اللہ کی یاد اور محبت کی روشنی فراہم کی جاتی تھی۔

ڈاکٹر برکت احمد نے اپنی کتاب "خانقاہی نظام اور اس کی تاریخ" میں خانقاہی نظام کی عبادات پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"خانقاہوں میں عبادات صرف جسمانی اعمال نہیں ہوتے تھے، بلکہ یہ دل کی صفائی اور روحانی ترقی کا ذریعہ تھے۔ اس میں سماع، ذکر اور مراقبہ کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا، جس کا مقصد مریدین کو اللہ کے قریب لانا اور ان کے دلوں کو اللہ کی محبت سے بھرنا تھا"¹

خانقاہی نظام میں عبادات کو مخصوص روحانی طریقوں سے انجام دیا جاتا تھا، جو اللہ کے قرب کا ایک اہم وسیلہ بنتے تھے۔

سماجی اثرات:

خانقاہی نظام نے پنجاب میں سماجی سطح پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ خانقاہوں نے صوفیاء کی رہنمائی میں لوگوں کو مذہبی تعلیمات فراہم کیں، اور ان کے ذریعے صوفیانہ اقدار نے معاشرتی زندگی میں اصلاحات متعارف کرائیں۔ خانقاہیں اس بات پر زور دیتی تھیں کہ انسان اپنی روحانی صفائی کے ذریعے انصاف، محبت، اور بردباری کی اقدار کو اپنا کر سماج میں اصلاح لائے۔

پروفیسر محمد سہیل نے اپنی کتاب "برصغیر میں صوفی تحریک" میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"خانقاہی نظام نے سماج میں اخلاقی اور روحانی اصلاحات متعارف کرائیں، جہاں صوفیاء نے اپنے پیروکاروں کو درگزر، محبت اور احترام کی تعلیم دی۔ اس کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کی حس پیدا ہوئی"²

خانقاہوں میں مذہبی رواداری، مفاہمت، اور غریبوں کی مدد کو اہمیت دی جاتی تھی، جو کہ سماجی ہم آہنگی کے قیام میں مددگار ثابت ہوا۔

سیاسی اثرات:

خانقاہی نظام نے پنجاب کی سیاسی تاریخ پر بھی اثر ڈالا۔ خانقاہوں میں موجود صوفیاء نے سیاسی قیادت کو روحانی اصولوں کی رہنمائی دی۔ یہ صوفیاء سیاسی معاملات میں انصاف، امن اور غریبوں کی مدد کی اہمیت پر زور دیتے

¹ ڈاکٹر برکت احمد، خانقاہی نظام اور اس کی تاریخ (لاہور: مکتبہ اسلامی، 2002)، صفحہ 78

² پروفیسر محمد سہیل، برصغیر میں صوفی تحریک (کراچی: دار الفکر، 2004)، صفحہ 112

تھے۔ اس کا اثر نہ صرف معاشرتی اصلاحات پر پڑا بلکہ خانقاہوں کی سیاسی مداخلت بھی گاہے بگاہے ہوئی، خصوصاً جب حکومتیں ظالم یا نااہل ہوتی تھیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت علی ہجویری جیسے عظیم صوفیاء نے سلطانوں اور حاکموں کے ساتھ اپنے تعلقات میں روحانی اور اخلاقی رہنمائی فراہم کی۔ انہوں نے ہمیشہ حکومتوں سے عدل، صبر، اور دین کی تعلیمات کے مطابق فیصلے کرنے کا مطالبہ کیا۔

ڈاکٹر برکت احمد نے اپنے تحقیقی مقالے "خانقاہی نظام اور اس کی تاریخ" میں کہا:

"خانقاہوں نے سیاسی قیادت کو روحانی اصولوں کی طرف راغب کیا، اور ان کے ذریعے حکومتوں میں اصلاحات کی کوششیں کی گئیں۔ خانقاہی نظام کا مقصد نہ صرف فرد کی روحانی ترقی تھا بلکہ یہ سماج اور ریاست کی اصلاح کے لیے بھی کام کرتا تھا"¹

تعلیمی اثرات:

خانقاہی نظام نے تعلیمی میدان میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ خانقاہیں ایک ایسا ماحول فراہم کرتی تھیں جہاں روحانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ علمی اور دینی تعلیمات کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ صوفیاء نے اپنے مریدین کو نہ صرف روحانی طور پر بلکہ علمی طور پر بھی آگاہ کیا۔ خانقاہوں میں موجود کتب خانوں اور تعلیمی مجالس نے علم کی اہمیت پر زور دیا اور مختلف علوم جیسے فقہ، حدیث، تفسیر، تصوف اور فلسفہ کی تعلیمات فراہم کیں۔

پروفیسر محمد سہیل نے اپنی کتاب "برصغیر میں صوفی تحریک" میں کہا:

"خانقاہوں نے تعلیمی میدان میں اہم کام کیا اور لوگوں کو دینی علوم، فلسفہ اور روحانی تعلیمات فراہم کیں۔ ان تعلیمات کے ذریعے لوگوں کی روحانی اور علمی ترقی ہوئی"²

خانقاہوں میں علم کی اہمیت نے مذہبی تعلیم کو عوام تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا، جس سے دینی مدارس اور جامعات کا آغاز ہوا۔

¹ ڈاکٹر برکت احمد، خانقاہی نظام اور اس کی تاریخ، صفحہ 90

² پروفیسر محمد سہیل، برصغیر میں صوفی تحریک، صفحہ 125

پنجاب کے خانقاہی نظام کا اثر

پنجاب کے خانقاہی نظام نے نہ صرف مذہبی اور روحانی زندگی کو شکل دی بلکہ سماجی، سیاسی اور تعلیمی سطح پر گہرا اثر ڈالا۔ خانقاہوں نے روحانیت اور اخلاقی اقدار کی بنیاد پر معاشرتی اصلاحات کیں اور لوگوں کو مذہبی رواداری، انصاف، اور مفاہمت کی تعلیم دی۔ ان خانقاہوں نے حکومتوں کو روحانی اصولوں کے مطابق رہنمائی فراہم کی اور عوام میں ایک روحانی بیداری پیدا کی۔

خانقاہی نظام نے پنجاب میں اسلامی ثقافت پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں، جن میں روحانی، سماجی، سیاسی اور تعلیمی پہلو شامل ہیں۔ خانقاہوں نے انسان کو اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کی تعلیم دی، اور ساتھ ہی ایک معاشرتی نظم قائم کرنے کی کوشش کی جس میں محبت، رواداری اور عدل کی قدریں شامل تھیں۔ ان خانقاہوں کی تعلیمات نے نہ صرف مذہبی زندگی کو فروغ دیا بلکہ تعلیمی میدان میں بھی اہم کام کیا، جس کا اثر آج تک محسوس کیا جا رہا ہے۔

تصوف کے اثرات — اعتدال، افراط اور تفریط کا جائزہ

تصوف ایک ایسا روحانی عمل ہے جو انسان کو اللہ کے قریب لے جانے اور اس کی روحانیت کو بڑھانے کے لیے مختلف طریقوں پر زور دیتا ہے۔ اس کے مختلف پہلو ہیں جن میں اعتدال، افراط اور تفریط کی بات کی جاتی ہے۔ تصوف کی روحانی تربیت کے ذریعے انسان اللہ کی رضا کے لیے اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن اس عمل میں اگر غلو یا غلط طریقوں کا استعمال ہو، تو اس کے اثرات انسان کی روحانیت اور سماج پر منفی پڑ سکتے ہیں۔

اس میں ہم تصوف کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں گے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں متوازن رویہ کی اہمیت پر تحقیق کریں گے۔ اعتدال، افراط اور تفریط کے بارے میں اسلامی تعلیمات کیا کہتی ہیں، اور تصوف کی روحانیت میں ان کا کیا کردار ہے، اس کا تجزیہ کیا جائے گا۔

تصوف اور اعتدال

اعتدال وہ حالت ہے جس میں انسان اپنے روحانی عملوں میں توازن پیدا کرتا ہے اور کسی بھی طرح کے غلو سے بچتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اعتدال کی خاص اہمیت ہے، جہاں انسان کو روحانیت کی طرف بڑھتے ہوئے کسی بھی غصہ یا غیر شرعی افعال سے بچنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنی کتاب "اسلام اور تصوف" میں اس بات پر زور دیا ہے:

"اسلام میں تصوف کا مقصد انسان کی روحانی ترقی ہے، لیکن اس ترقی کا مقصد اللہ کی رضا اور اس کے ساتھ تعلق مضبوط کرنا ہے، نہ کہ کسی غلو میں جا کر غیر شرعی اعمال کرنا"¹

تصوف میں اعتدال کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرنے کے مترادف سمجھا جاتا ہے، جہاں روحانیت کو روزمرہ کی زندگی میں معتدل طریقے سے اپنانے کی ضرورت ہے۔

افراط و تفریط کا جائزہ

افراط اور تفریط تصوف کی وہ دو انتہائیں ہیں جہاں انسان اپنے روحانی عملوں میں غلو کرتا ہے یا ان سے غافل رہتا ہے۔ افراط میں انسان روحانی عملوں میں اس قدر شدت اختیار کر لیتا ہے کہ وہ دنیاوی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر دیتا ہے، اور تفریط میں انسان روحانی عملوں کو اس قدر ہلکا سمجھتا ہے کہ وہ ان کے فائدے سے محروم رہتا ہے۔

افراط کی حقیقت اور اثرات

افراط کا مطلب ہے کسی عمل میں حد سے بڑھ جانا۔ تصوف میں یہ اکثر سماع، مراقبہ یا ریاضت میں دیکھا جاتا ہے، جہاں انسان اپنے جسم یا روحانی عملوں کے ذریعے اللہ کے قرب کا طلب کرنے میں اتنا غرق ہو جاتا ہے کہ اس کے اثرات اس کی دنیاوی زندگی پر منفی اثرات ڈالنے لگتے ہیں۔ افراط انسان کو کبھی کبھار اپنی روحانیت میں ایسی شدت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ دنیاوی ذمہ داریوں سے بے خبر ہو جاتا ہے، جو کہ ایک غیر متوازن روحانی زندگی کی نشاندہی کرتا ہے۔

¹ ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام اور تصوف (لاہور: مکتبہ اسلامی، 2002)، صفحہ 45

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب "افراط و تفریط کا علاج" میں افراط پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"افراط انسان کو دنیا سے بے گلہ کر کے صرف روحانی عملوں میں غرق کر دیتا ہے، جس سے اس کی زندگی میں توازن ختم ہو جاتا ہے۔ تصوف کا اصل مقصد اعتدال ہے، اور اگر انسان افراط میں جا کر غیر ضروری ریاضتیں اختیار کرے تو وہ اپنی روحانیت میں توازن کھو دیتا ہے"¹

تفریط کی حقیقت اور اثرات

تفریط کا مطلب ہے کسی عمل میں کمی یا اسے ترک کر دینا۔ تصوف میں تفریط کی صورت میں انسان روحانی عملوں کو نظر انداز کرتا ہے یا ان کو بہت معمولی سمجھتا ہے۔ ایسا کرنے سے وہ اپنی روحانیت میں کمی محسوس کرتا ہے، اور اس کی زندگی میں اللہ کی یاد کی کمی ہو جاتی ہے۔ تفریط کا اثر انسان کی روحانیت پر منفی پڑتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے ساتھ تعلق مضبوط نہیں کرتا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اس بارے میں کہا:

"تفریط انسان کو اپنی روحانی ضروریات سے غافل کر دیتی ہے، اور وہ اپنے عملوں میں سستی اختیار کر لیتا ہے جس سے اس کی روحانی ترقی رک جاتی ہے"²

تصوف میں متوازن رویہ

اسلامی تعلیمات میں اعتدال کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک متوازن زندگی گزارنے کی تعلیم دی ہے جس میں روحانیت اور دنیاوی ذمہ داریوں کے درمیان توازن برقرار رکھا جائے۔ تصوف میں بھی یہ اہم ہے کہ انسان اپنے روحانی عملوں میں اعتدال اختیار کرے، اور نہ ہی دنیا سے بے گلہ ہو، نہ ہی اپنی روحانیت میں غلو کرے۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب "افراط و تفریط کا علاج" میں اعتدال کے بارے میں فرمایا:

¹ مولانا اشرف علی تھانوی، افراط و تفریط کا علاج (دیوبند: دارالعلوم، 2001)، صفحہ 58

² ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام اور تصوف، صفحہ 76

"اسلام میں اعتدال وہ راستہ ہے جو انسان کو روحانی اور دنیاوی زندگی دونوں میں توازن قائم رکھنے کی ترغیب دیتا ہے" ¹

تصوف میں متوازن رویہ یہ ہے کہ انسان اپنے روحانی سفر کو دنیاوی زندگی کے ساتھ ہم آہنگ کر کے اللہ کی رضا کی جستجو کرے۔ ایسے شخص کو نہ صرف روحانی سکون حاصل ہوتا ہے بلکہ اس کی زندگی میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور سماجی ذمہ داریاں بھی اہمیت رکھتی ہیں۔

تصوف اور اعتدال کا عملی جائزہ

پنجاب کے خانقاہی نظام میں تصوف کی تعلیمات نے اعتدال کو مرکزی حیثیت دی ہے۔ خانقاہوں میں مریدین کو یہ سکھایا جاتا تھا کہ وہ اپنی روحانیت کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ اپنی دنیاوی ذمہ داریوں کو بھی بخوبی نبھائیں۔ خانقاہی نظام میں اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ اللہ کے ساتھ تعلق اور دنیاوی کاموں کے درمیان توازن قائم کیا جائے، تاکہ نہ صرف روحانیت کی ترقی ہو بلکہ معاشرتی اور فردی ترقی بھی ممکن ہو۔ اس نظام میں روحانی اور مادی زندگی کے درمیان ایک معتدل راستہ اختیار کرنے کی کوشش کی جاتی تھی، جس سے فرد کی روحانی صفائی کے ساتھ ساتھ اس کی سماجی ذمہ داریوں میں بھی بہتری آتی تھی۔

ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنی کتاب "التصوف فی الاسلام" میں اعتدال اور تصوف کے درمیان تعلق پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے تصوف کو ایک ایسا راستہ قرار دیا جس میں انسان کو روحانیت میں غرق ہونے کے باوجود اپنی دنیاوی ذمہ داریوں سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ ڈاکٹر طاہر القادری کا کہنا ہے:

"تصوف کی اصل تعلیم یہ ہے کہ انسان اپنے روحانی سفر کو جاری رکھتے ہوئے اپنی معاشرتی ذمہ داریوں کو پورا کرے۔ تصوف میں جو اعتدال کا سبق دیا گیا ہے، وہ روحانیت اور دنیاوی زندگی کے درمیان توازن قائم کرتا ہے۔" ²

¹ مولانا اشرف علی تھانوی، افراط و تفریط کا علاج، صفحہ 90

² ڈاکٹر طاہر القادری، التصوف فی الاسلام (لاہور: منہاج القرآن، 2005)، صفحہ 134

اسی طرح، ڈاکٹر طاہر القادری کی دوسری اہم تصنیف "تصوف: حقیقت اور افراط و تفریط" میں تصوف کی عملی بنیادوں کو بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا:

"تصوف میں دنیا اور آخرت دونوں کی اہمیت ہے۔ ایک صوفی کو دنیا کی اصلاح اور اس کی روحانیت میں توازن قائم رکھنا سکھایا جاتا ہے۔ روحانیت کو نہ صرف عبادات تک محدود کرنا چاہیے، بلکہ اپنی دنیوی ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے ادا کرنا بھی تصوف کی تعلیمات کا حصہ ہے۔"¹

خانقاہی نظام میں یہ توازن برقرار رکھنے کے لیے، مریدین کو خدمتِ خلق، سماجی انصاف، اور معاشرتی تعلقات میں بھی بہتری لانے کی ترغیب دی جاتی تھی۔ اس کے ذریعے وہ اپنے روحانی مقصد کے ساتھ ساتھ مذہبی اور سماجی خدمت بھی ادا کرتے تھے، جس سے ان کی شخصیت میں ایک معتدل اور مؤثر رویہ پیدا ہوتا تھا۔

پنجاب کے خانقاہی نظام میں تصوف کی تعلیمات نے اعتدال کو ایک اہم مقام دیا تھا۔ خانقاہوں میں مریدین کو اس بات کی تعلیم دی جاتی تھی کہ اللہ کے ساتھ تعلق اور دنیاوی کاموں میں توازن قائم کیا جائے تاکہ دونوں کی تکمیل ہو سکے۔ ڈاکٹر طاہر القادری کی تصوف سے متعلق کتب نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ تصوف میں روحانیت اور دنیا کی ذمہ داریوں کا توازن ایک ضروری پہلو ہے جو انسان کو متوازن زندگی گزارنے کی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

تصوف میں افراط اور تفریط سے بچنے اور اعتدال کو اختیار کرنے کی ضرورت ہے تاکہ انسان اپنے روحانی سفر میں کامیاب ہو سکے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق، متوازن رویہ انسان کو اپنی روحانیت میں ترقی دینے اور اللہ کے ساتھ گہرے تعلق کو مضبوط کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ خانقاہوں نے ہمیشہ روحانی سکون اور دنیاوی ذمہ داریوں کے توازن کو اہمیت دی ہے، جس کا اثر نہ صرف فرد بلکہ پورے معاشرتی نظام پر مثبت پڑا۔

یوں خانقاہی نظام کے اثرات صرف مذہبی یا روحانی حدود تک محدود نہیں رہے بلکہ انہوں نے پنجاب کی اجتماعی ثقافت کو ایک ہم آہنگ اور روحانی شناخت بخشی۔

نتائج باب: خلاصہ

¹ ڈاکٹر طاہر القادری، تصوف: حقیقت اور افراط و تفریط (لاہور: منہاج القرآن، 2003)، صفحہ 102

1. صوفیاء کرام نے عقائد و عبادات میں اخلاص، تزکیہ نفس اور روحانی پاکیزگی پر زور دیا۔
2. خانقاہی ماحول نے عبادت کو اجتماعی شعور میں بدلا اور خدمتِ انسانیت کو روحانی طہارت کا حصہ بنایا۔
3. تصوف نے عوام میں اخلاقی تربیت، صبر، شکر اور قناعت جیسے اوصاف پیدا کیے۔
4. بعد کے ادوار میں بعض خانقاہوں میں رسمیت اور رسوم پرستی کے اثرات نمایاں ہوئے، جو اصل روحانی مقاصد سے انحراف کی علامت بنے۔

باب سوم

پنجاب کے ثقافتی مظاہر پر خانقاہی نظام کے اثرات کا تنقیدی مطالعہ

فصل اول: خانقاہی نظام اور پنجاب کی ثقافتی ساخت

فصل دوم: خانقاہی نظام تنقیدی تجزیہ افراط اور تفریط کے پہلو

فصل اول

خانقاہی نظام اور پنجاب کی ثقافتی ساخت

خانقاہی نظام نے پنجاب کی روحانی اور اخلاقی تربیت میں مثبت کردار ادا کیا۔ ان مراکز نے عوام میں محبت، رواداری، خدمتِ خلق اور اخلاقی تطہیر کے جذبات کو فروغ دیا۔ صوفیاء کی تعلیمات نے معاشرتی ہم آہنگی پیدا کی اور لوگوں کو ذاتِ پات سے بالاتر ہو کر ایک دوسرے کے قریب کیا۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ بعض خانقاہوں میں رسوم پرستی، موروثی گدی نشینی، اور طبقاتی امتیاز جیسے منفی رجحانات بھی پیدا ہوئے، جنہوں نے تصوف کی اصل روح کو متاثر کیا۔ چند خانقاہیں روحانی مراکز کے بجائے معاشی و تجارتی سرگرمیوں کا مرکز بن گئیں۔ اس تحقیق میں ان مثبت و منفی پہلوؤں کا متوازن تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے تاکہ خانقاہی نظام کی اصلاحی افادیت اور موجودہ چیلنجز دونوں کو علمی تناظر میں سمجھا جاسکے۔

پنجاب کی سرزمین برصغیر کے ان علاقوں میں شمار ہوتی ہے جو صدیوں سے روحانیت، اخوت، اور انسانی ہم آہنگی کی علامت رہے ہیں۔ یہاں کے سماجی و ثقافتی ڈھانچے میں صوفیاء کرام کی تعلیمات نے گہرا اور ہمہ گیر اثر ڈالا ہے۔ خاص طور پر خانقاہی نظام، جس کی بنیاد روحانی تربیت، تزکیہٴ نفس، اور انسانی فلاح کے اصولوں پر رکھی گئی، پنجاب کے معاشرے میں نہ صرف مذہبی روح پھونکنے کا ذریعہ بنا بلکہ ثقافتی تشکیل میں بھی ایک مضبوط ستون کی حیثیت اختیار کر گیا۔

پنجاب کی خانقاہوں نے نہ صرف روحانی و اخلاقی تربیت میں کردار ادا کیا بلکہ ان کے زیر اثر مقامی ثقافت کی تشکیل و ترویج میں بھی نمایاں خدمات انجام پائیں۔ ان خانقاہوں نے زبان و ادب، موسیقی، میلوں، ٹھیلوں، طرزِ پوشاک، اور سماجی میل جول کے انداز کو گہرائی سے متاثر کیا۔ ان کی تعلیمات نے عوامی شاعری، لوک موسیقی اور قوالی کو روحانیت کے ساتھ جوڑ کر ایک نیا ثقافتی مزاج پیدا کیا۔ یہی ثقافتی اثرات اس تحقیق کا امتیازی پہلو ہیں جنہیں یہاں تفصیلاً واضح کیا گیا ہے۔

خانقاہوں کا ظہور ایک ایسے وقت میں ہوا جب برصغیر میں مسلمانوں کی سیاسی حکومت کا آغاز ہو چکا تھا، مگر مذہبی و ثقافتی ہم آہنگی کی شدید ضرورت تھی۔ صوفیائے کرام نے خانقاہوں کو محض عبادت کے مراکز نہیں بنایا بلکہ

انہیں عوامی تربیت، خدمت خلق، اور دینی تفہیم کے اداروں میں تبدیل کر دیا۔ یہ مراکز عام انسان کو زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی فراہم کرتے تھے — چاہے وہ عبادت ہو، سماجی تعلقات، یا ذاتی اخلاقیات۔ اس نظام کی خاص بات یہ تھی کہ اس نے خود کو عوام کی زبان، تہذیب، اور جذبات سے ہم آہنگ کر لیا، اور یوں ایک گہرا اثر ثقافت پر مرتب ہوا۔

پنجاب میں واقع مشہور خانقاہیں، جیسے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ (لاہور)، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ (ملتان)، حضرت فرید الدین گنج شکرؒ (پاک پتن)، اور حضرت شاہ شمس تبریزؒ وغیرہ، نہ صرف روحانی مراکز کے طور پر معروف ہوئیں بلکہ ان خانقاہوں سے جڑی روایات نے عوامی زندگی میں اقدار، میل جول، ادب، مہمان نوازی، اور صبر و قناعت کو فروغ دیا۔ ان خانقاہوں کی رسومات، مانند محافل ذکر، قوالی، لنگر، عرس، اور دیگر تقریبات نے ایک ایسی ثقافت کو جنم دیا جو مذہب، روحانیت اور عوامی شرکت کا حسین امتزاج بن گئی۔

ثقافتی اعتبار سے دیکھا جائے تو خانقاہی نظام نے زبان و بیان، لباس، موسیقی، شاعری، اور روزمرہ رسومات پر براہ راست اثر ڈالا۔ پنجابی زبان میں صوفی شعر کی شاعری، جس میں عشق حقیقی، اخلاقی تربیت، اور سماجی اصلاح کا پیغام تھا، اسی خانقاہی فضا کی پیداوار تھی۔ اس نظام نے ذات پات، نسلی تعصب اور مذہبی منافرت کے خلاف مزاحمتی کردار ادا کیا، اور معاشرتی ہم آہنگی کے اصولوں کو فروغ دیا۔

تاہم، جہاں خانقاہی نظام کے مثبت اثرات نمایاں ہیں، وہیں اس کے بعض پہلو تنقید سے بھی خالی نہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ کچھ خانقاہیں روحانی مشن کے بجائے موروٹی قیادت، دولت کے ارتکاز، اور عوامی جذبات سے کھیلنے کے مراکز بن گئیں۔ یہ پہلو بھی ہماری تحقیق کا حصہ ہوں گے۔

یہ فصل انہی مثبت و منفی اثرات کا تنقیدی جائزہ پیش کرے گی، تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ پنجاب کی ثقافت میں خانقاہی نظام نے کس حد تک روحانی روشنی پھیلائی، اور کہاں کہیں وہ تاریکی کا باعث بھی بنا۔

1- پنجاب کی روایتی ثقافت کا تاریخی پس منظر

پنجاب برصغیر کا ایک ایسا خطہ ہے جو زمانہ قدیم سے متنوع تہذیبی، لسانی، اور مذہبی اثرات کا مرکز رہا ہے۔ اس سرزمین کی ثقافت میں جہاں ایک طرف زرعی زندگی کے نقوش ہیں، وہیں دوسری طرف روحانیت اور صوفی روایات کی گہری چھاپ بھی نمایاں ہے۔ پنجاب کی روایتی ثقافت کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس

کے تاریخی پس منظر، صوفی تحریکوں کے اثرات، اور خانقاہی نظام کے کردار کو گہرائی سے جانچیں۔ پنجاب کی تہذیب کا آغاز قبل از تاریخ ادوار میں ہوتا ہے جب یہاں دراوڑ تہذیب، خاص طور پر ہڑپہ جیسی عظیم الشان شہری تہذیب پروان چڑھی۔ بعد ازاں آریاؤں، یونانیوں، ساکاؤں، کشانوں، اور دیگر اقوام نے اس خطے پر اثر ڈالا۔ ان تمام ادوار میں مذہبی اور روحانی عناصر نے پنجاب کی ثقافتی ساخت کو متاثر کیا۔

اسلام کی آمد کے بعد، خاص طور پر غزنوی دور میں، جب لاہور کو سلطنت کا مرکز بنایا گیا، تو پنجاب اسلامی تہذیب کا اہم مرکز بن گیا۔ اس دور میں صوفیاء کی آمد ہوئی، جنہوں نے مقامی رسم و رواج اور زبان کو اپناتے ہوئے لوگوں کے دلوں کو فتح کیا۔ صوفیاء کرام نے مذہبی دعوت کے ساتھ ساتھ عوامی زندگی، میل جول، عدل، مساوات، اور انسانی اخوت کا پیغام دیا، جو پنجاب کے روایتی طرز زندگی کا جزو بن گیا۔ ان صوفیاء میں حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش، بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت بہاؤ الدین زکریا، حضرت شاہ حسین، اور حضرت وارث شاہ جیسے بلند پایہ روحانی رہنما شامل ہیں۔

خانقاہیں محض عبادت کے مراکز نہ تھیں بلکہ یہ تربیت گاہیں، فلاحی مراکز، اور تعلیمی ادارے بھی تھیں۔ ان خانقاہوں میں عام افراد کو نہ صرف دینی تعلیم دی جاتی تھی بلکہ اخلاقی تربیت، فنی مہارت، اور روحانی تزکیہ بھی فراہم کیا جاتا تھا۔ اس ضمن میں، ڈاکٹر برکت احمد لکھتے ہیں:

"خانقاہیں روحانی مراکز کے ساتھ ساتھ ایسے معاشرتی ادارے بھی تھیں جنہوں نے عوام کے اخلاق و کردار کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کیا"¹۔

پنجاب میں صوفیاء نے مقامی زبان یعنی پنجابی کو ذریعہ اظہار بنایا۔ ان کی شاعری میں نہ صرف عرفان اور معرفت کے مضامین تھے بلکہ معاشرتی نا انصافیوں کے خلاف احتجاج بھی شامل تھا۔ شاہ حسین، سلطان باہو، بلھے شاہ، اور وارث شاہ جیسے شعرا نے اپنے کلام کے ذریعے پنجاب کے عوام میں صوفی افکار کو راسخ کیا۔

پروفیسر محمد سہیل کے مطابق "برصغیر میں صوفی تحریک نے نہ صرف مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیا بلکہ زبان و ادب کو بھی نئے سانچے عطا کیے، خصوصاً پنجاب میں صوفیاء کی پنجابی شاعری نے عوامی ثقافت پر دیر پا اثرات مرتب کیے"²۔

¹ ڈاکٹر برکت احمد، خانقاہی نظام اور اس کی تاریخ (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2003)، 45۔

² محمد سہیل، برصغیر میں صوفی تحریک (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2010)، 112۔

یہ اثرات نہ صرف مذہبی رسوم تک محدود رہے بلکہ انہوں نے تہواروں، لوک داستانوں، محاورات، اور عوامی میلوں تک کو متاثر کیا۔ عرس جیسی تقاریب، جو کہ صوفیاء کی یاد میں منائی جاتی ہیں، پنجاب کی ثقافتی زندگی کا جزو لا ینفک بن چکی ہیں۔ ان میلوں میں جہاں ذکر و اذکار، نعت، قوالی اور سماع کا اہتمام ہوتا ہے، وہیں روایتی ہنر، کھانے، اور کھیل تماشے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

دوسری طرف، پنجاب کی زمیندارانہ تہذیب نے بھی صوفی اقدار کو جذب کیا۔ زمین سے وابستگی، محنت، سادگی، اور مہمان نوازی جیسے اوصاف کو خانقاہی تعلیمات نے مزید جلا بخشی۔ مزاروں پر حاضری دینا، نذر و نیاز، اجتماعی دعا، اور روحانی تربیت کا ماحول پنجاب کے دیہی معاشرے میں روحانی تسلسل کا عکاس ہے۔

اسی طرح، تعلیم کے شعبے میں بھی خانقاہی نظام نے اثر ڈالا۔ کئی معروف دینی مدارس کی بنیادیں خانقاہوں سے منسلک رہیں۔ ان مدارس نے عوامی سطح پر دینی بیداری اور فکری استحکام پیدا کیا۔

تاہم، یہ پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ بعض اوقات خانقاہی نظام میں مقامی رسومات کا اس قدر امتزاج ہوا کہ اصل اسلامی تعلیمات اور رسوم کے درمیان فرق مٹنے لگا۔ تصوف کے بعض مظاہر، جیسے قبر پرستی، غیر شرعی رسومات، اور مافوق الفطرت کرامات پر یقین، اعتدال سے ہٹ کر تصوف کے چہرے کو مسخ کرنے لگے۔ اس حوالے سے مولانا اشرف علی تھانوی تنبیہ کرتے ہیں: "تصوف کی اصل روح اعتدال، شریعت کی پاسداری، اور تزکیہ نفس ہے؛ جب اس میں افراط یا تفریط داخل ہو جائے تو یہ فتنہ بن جاتی ہے"¹۔

پنجاب کی خانقاہوں میں اگرچہ عمومی طور پر شریعت کے ساتھ تعلق برقرار رکھا گیا، تاہم بعض خانقاہیں مخصوص رسوم و رواج میں اس قدر الجھ گئیں کہ ان کی اصل روحانی حیثیت پس منظر میں چلی گئی۔ اس کی ایک مثال بعض مزاروں پر ہونے والی غیر شرعی حرکات ہیں جن پر اہل علم نے بارہا تنقید کی ہے۔

عصر حاضر میں بھی پنجاب کی ثقافت میں خانقاہی نظام کی جھلک واضح ہے۔ موجودہ دور میں اگرچہ شہروں میں روحانیت کا رجحان کم ہوا ہے، لیکن دیہی پنجاب میں اب بھی مزاروں، میلوں، اور عرسوں کا سماجی و ثقافتی کردار موجود ہے۔

¹ اشرف علی تھانوی، افراط و تفریط کا علاج (کراچی: دارالاشاعت، 1999)، 89

خانقاہی نظام اب بھی لوگوں کی اخلاقی و روحانی تربیت کا ایک اہم ذریعہ ہے، خاص طور پر ایسے علاقوں میں جہاں رسمی تعلیم کا نظام کمزور ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ پنجاب کی روایتی ثقافت کا تاریخی پس منظر صوفی تحریکوں اور خانقاہی نظام سے گہرا ربط رکھتا ہے۔ یہ نظام محض مذہبی ادارے نہیں بلکہ مکمل تہذیبی مراکز تھے جنہوں نے پنجاب کے طرز فکر، رسوم و رواج، ادب، اور اخلاق پر دور رس اثرات مرتب کیے۔ اگرچہ بعض جگہوں پر انحراف اور بدعات نے جگہ پائی، لیکن مجموعی طور پر خانقاہی نظام نے پنجاب کی ثقافت کو ایک روحانی اور انسانی رنگ عطا کیا جو آج بھی قائم ہے۔

7 خانقاہی اقدار اور عوامی رویے

پنجاب کی سرزمین کو ہمیشہ سے روحانیت، صوفی روایت، اور دینی معاشرتی ہم آہنگی کا گہوارہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ یہاں کے خانقاہی نظام نے جہاں مذہبی اور روحانی زندگی کو متاثر کیا، وہیں عام انسانوں کی معاشرتی، تہذیبی اور اخلاقی زندگی پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ خانقاہوں کا اثر صرف نماز روزے یا ذاتی تزکیہ تک محدود نہ تھا بلکہ اس نے عام افراد کی سوچ، طرز عمل، اور رویے کو بھی یکسر بدل ڈالا۔ یہ اثرات وقت کے ساتھ ساتھ پنجاب کے خاندانی، دیہی اور شہری نظام میں پیوست ہو گئے اور صدیوں سے عوامی مزاج اور روایتی تہذیب کا حصہ بن چکے ہیں۔

خانقاہی ماحول میں جن بنیادی اخلاقی اور روحانی اقدار کو فروغ دیا گیا، ان میں ادب، احترام، خاموشی، خدمت، اور ضبط نفس قابل ذکر ہیں۔ خانقاہ کے دربار میں آنے والے ہر فرد کو سکھایا جاتا کہ وہ ادب کے ساتھ پیش آئے، خاموشی اور توجہ سے سننے کا سلیقہ اپنائے، اور خدمتِ خلق کو اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنائے۔ یہ تعلیمات صرف خانقاہ کی چہار دیواری تک محدود نہ رہیں بلکہ مریدین اور زائرین کے ذریعے ان کے گھروں، محللوں اور برادریوں میں منتقل ہوئیں۔ نتیجتاً پنجاب میں ایسے گھریلو رویوں نے جڑ پکڑ لی جو صوفیانہ روایت سے جڑے ہوئے تھے۔

خانقاہوں میں آنے والے افراد، خاص طور پر مریدین، ایک تربیتی نظام سے گزرتے تھے۔ انہیں عاجزی، سچائی، سخاوت، تعلق باللہ، اور خدمتِ انسانیت جیسی صفات کو اپنانے کی تلقین کی جاتی۔ ایک مرید کا مثالی کردار وہی سمجھا جاتا جو جھوٹ سے پرہیز کرے، مال و زر کی محبت سے پاک ہو، دوسروں کا بھلا سوچے، اور ہر حال میں اللہ کی رضا کو مقدم رکھے۔ یہ صفات صرف مذہبی حلقے تک محدود نہ رہیں بلکہ عام لوگوں کی روزمرہ زندگی میں بھی جگہ پاتی گئیں۔ خاص

طور پر پنجاب کے دیہی معاشرے میں، جہاں خانقاہوں کا اثر براہِ راست محسوس ہوتا تھا، مریدین اور ان کے خاندان ان تعلیمات کو اپنی گھریلو تربیت میں شامل کرتے تھے۔

اس روحانی تربیت کا ایک بڑا مظہر پنجاب میں مہمان نوازی کا عام رواج ہے۔ خانقاہوں میں آنے والے زائرین کے لیے لنگر کا اہتمام کیا جاتا، جہاں کسی امیر و غریب کا امتیاز نہ ہوتا۔ اس روایت نے عام گھروں میں بھی وسعتِ دسترخوان، مہمانوں کے لیے اخلاص سے خدمت، اور بھائی چارے کو فروغ دیا۔ یہ صوفیانہ رویہ صرف دعوتِ بعام تک محدود نہ رہا بلکہ روزمرہ معاملات میں تعاون، خیر سگالی، اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کے رویے میں تبدیل ہو گیا۔

خانقاہی تربیت میں ایک اور نمایاں عنصر "ضبطِ نفس" (self-restraint) ہے۔ صوفیاء کرام نے ہمیشہ نفس کی مخالفت کو روحانی ترقی کی بنیاد قرار دیا۔ خانقاہی نظام میں نوجوان مریدین کو مجاہدہ، ریاضت، اور چپ کا اہتمام سکھایا جاتا۔ یہ خاموشی صرف زبان کی نہ ہوتی بلکہ نظر، دل، اور خیال میں بھی پاکیزگی کا شعور دیا جاتا۔ یہ رویہ عام لوگوں میں صبر، برداشت، اور غیر ضروری جھگڑوں سے گریز جیسے پہلوؤں کی صورت میں راسخ ہوا۔

خانقاہی نظام کی ایک اور بڑی خصوصیت عوام الناس سے قریبی تعلق تھا۔ صوفیاء عوام میں گھل مل کر بات کرتے، ان کے مسائل سنتے، ان کے دکھ درد میں شریک ہوتے، اور انہیں روحانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اخلاقی تربیت بھی فراہم کرتے۔ یہی طرزِ عمل عوامی زندگی میں انسانی ہمدردی، خیر خواہی، اور باہمی اعتماد کو فروغ دینے کا ذریعہ بنا۔ پنجاب میں برادری، ہمسائیگی اور دیہاتی پنچایت کے نظام میں جو خیر سگالی اور اجتماعیت کا رنگ دکھائی دیتا ہے، اس کی بنیاد بھی خانقاہی اثرات سے جڑی دکھائی دیتی ہے۔

ادب و احترام کی تربیت بھی خانقاہی نظام کی روح تھی۔ بزرگوں، اساتذہ، والدین اور مہمانوں کے لیے ادب، حتیٰ کہ اشیاء اور کلام کے انداز میں بھی وقار اور نرمی، عوامی رویے میں داخل ہو گئی۔ بچوں کو بچپن سے سکھایا جاتا کہ بڑوں کے سامنے اونچی آواز میں نہ بولیں، اور دوسروں کی بات کو توجہ سے سنیں، جو کہ ایک صوفیانہ تربیت کا ہی عکس تھا۔

ڈاکٹر برکت احمد لکھتے ہیں:

"خانقاہی نظام نے عوام کے رویوں پر ایسا خاموش مگر گہرا اثر ڈالا کہ صدیوں بعد بھی پنجاب کے دیہات میں مہمان نوازی، عاجزی، اور درگزر جیسی صفات ایک فطری رویہ بن چکی ہیں۔" ¹

اسی طرح، صوفیاء کے کردار نے عورتوں کے احترام، غریبوں کے حق، اور باہمی تعاون جیسے اصولوں کو معاشرتی نظام کا حصہ بنایا۔ خانقاہوں میں ہر رنگ و نسل، ہر ذات و برادری کو یکساں روحانی مقام دیا جاتا، جو پنجاب میں معاشرتی تفریق کے خلاف ایک عملی پیغام بن گیا۔ یہ تمام اثرات اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ پنجاب کی سماجی اقدار، خواہ وہ رشتہ داری کے نظام میں ہوں یا تہواروں اور میلوں کی نوعیت میں، خانقاہی تربیت اور صوفی روایت سے نہ صرف متاثر ہوئیں بلکہ ان کا بنیادی سرچشمہ بھی یہی رہا۔ ان اثرات نے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل میں کردار ادا کیا جو روحانیت، محبت، اور انسان دوستی پر مبنی ہے۔

پنجاب کی خانقاہوں نے عوام کی روحانی تربیت، اخلاقی تطہیر، اور معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ میں بے مثال کردار ادا کیا۔ صوفیاء کرام نے اخلاص، رواداری، ایثار، اور محبت خلق کے اصولوں کو عام کیا، جس سے مذہبی اور ثقافتی ہم آہنگی پیدا ہوئی۔ تاہم، وقت گزرنے کے ساتھ کچھ خانقاہوں میں ایسی کمزوریاں بھی پیدا ہوئیں جنہوں نے تصوف کے اصل مقصد کو متاثر کیا۔ بعض خانقاہیں رسوم پرستی، نذرانہ پرستی، اور موروثی گدی نشینی کا شکار ہو گئیں، جس سے طبقاتی امتیاز اور تجارتی رجحانات فروغ پانے لگے۔

لہذا خانقاہی نظام کا مطالعہ متوازن زاویے سے کیا جانا ضروری ہے تاکہ اس کے اصلاحی و روحانی پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کی معاشرتی کمزوریوں کو بھی سمجھا جاسکے۔

خانقاہی نظام کے اثرات: مثبت و منفی پہلوؤں کا متوازن تجزیہ:

منفی اثرات	مثبت اثرات	پہلو
وقت گزرنے کے ساتھ کئی خانقاہوں میں روحانیت کی جگہ محض ظاہری رسومات نے لے لی۔ عبادت اور ذکر کی	پنجاب کی خانقاہوں نے عوام میں ذکر الہی، عبادت، اور باطنی اصلاح کا شعور پیدا کیا۔ صوفیاء نے اپنے مریدوں کو صبر	روحانی اور اخلاقی تربیت

¹ ڈاکٹر برکت احمد، خانقاہی نظام اور اس کی تاریخ، ص 118۔

	شکر، اخلاص اور قناعت جیسے اوصاف اپنانے کی تلقین کی۔ ان مراکز نے انسان کو خدا سے جوڑنے اور باطن کی پاکیزگی کا درس دیا۔	اصل روح کمزور پڑ گئی اور عقیدت اندھی تقلید میں بدلنے لگی۔
اخلاقی کردار سازی اور خدمتِ خلق	صوفیاء نے خدمتِ انسانیت کو عبادت قرار دیا۔ لنگر، پناہ، اور ضرورت مندوں کی مدد جیسے عمل نے عوام کے دلوں میں اخوت اور محبت پیدا کی۔ خانقاہوں نے معاشرتی رشتوں میں نرمی اور رواداری کو فروغ دیا۔	بعض مقامات پر خدمتِ خلق کی جگہ نذرانوں اور ظاہری نمود نے لے لی۔ کچھ خانقاہیں اپنی عملی خدمات سے زیادہ نام و شہرت کی بنیاد پر جانی جانے لگیں۔
سماجی اور ثقافتی ہم آہنگی	خانقاہوں نے ذاتِ پات، مذہب اور طبقے کے امتیازات کو مٹا کر مساوات کا پیغام دیا۔ ان کے میلوں، عرسوں اور لنگر نے مختلف طبقات کو قریب کیا۔ پنجابی معاشرے میں رواداری اور بھائی چارے کا چلن انہی مراکز سے عام ہوا۔	وقت کے ساتھ بعض خانقاہوں میں طبقاتی فرق پیدا ہو گیا۔ سجادہ نشینی کے ورثاتی نظام نے عام عقیدت مندوں اور روحانی پیشواؤں کے درمیان فاصلہ بڑھا دیا۔
علمی و فکری کردار	خانقاہیں روحانی مراکز کے ساتھ ساتھ علمی اور ادبی سرگرمیوں کا گہوارہ بھی رہیں۔ یہاں تصوف، ادب، اور زبان کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا گیا۔ صوفی شعراء کی تعلیمات نے پنجابی ادب کو نئی فکری جہت دی۔	جدید دور میں کچھ خانقاہوں میں علمی سرگرمیوں کی جگہ رسمی تقریبات نے لے لی۔ فکر و تحقیق کے بجائے عقیدت اور توہمات پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔

موجودہ دور میں بعض میلوں نے روحانی پہلو کے بجائے تجارتی اور تفریحی رنگ اختیار کر لیا۔ کچھ خانقاہی سرگرمیاں مذہبی کم اور کاروباری زیادہ دکھائی دیتی ہیں۔	خانقاہی میلوں اور عرسوں نے پنجاب کی، ثقافت کو ایک روحانی رنگ دیا۔ قوالی لوک موسیقی، اور میلاد جیسے مواقع نے مذہبی اور ثقافتی اظہار کو یکجا کیا۔ یہ تقریبات عوامی ہم آہنگی کا ذریعہ بنیں۔	ثقافتی و معاشرتی اثرات
---	--	------------------------

پنجاب کی خانقاہیں مجموعی طور پر روحانی تربیت، اخلاقی تطہیر، اور معاشرتی ہم آہنگی کے فروغ کا ذریعہ رہی ہیں۔ ان مراکز نے عوام کو دین کے قریب کیا اور ثقافت کو روحانیت سے جوڑا۔ البتہ وقت کے ساتھ ساتھ چند خانقاہوں میں رسوم پرستی، طبقاتی فرق اور تجارتی رجحانات نے تصوف کی اصل روح کو کمزور کیا۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ خانقاہی نظام کو اس کی اصل روح یعنی تربیتِ نفس، خدمتِ خلق اور روحانیت کی طرف واپس لایا جائے۔

زبان و بیان پر اثر: خانقاہی اثرات کا لسانی و ادبی تجزیہ

پنجاب کی تہذیب و تمدن میں زبان کا کردار محض ابلاغ کا وسیلہ نہیں رہا، بلکہ یہ ایک روحانی و فکری مظہر بھی رہا ہے، جس پر خانقاہی نظام نے گہرے اثرات مرتب کیے۔ برصغیر کی اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ صوفیاء کرام کی خانقاہیں نہ صرف عبادات و ریاضت کے مراکز تھیں بلکہ تہذیب، ادب، اور زبان و بیان کی تربیت گاہیں بھی تھیں۔ ان خانقاہوں میں جو پیغام دیا گیا، وہ سادگی، حکمت، نرمی، اور محبت سے لبریز ہوتا، جس کا عکس براہ راست پنجابی زبان و ادب میں نظر آتا ہے۔

پنجابی زبان کا بیشتر کلاسیکی ادب صوفیاء کی تعلیمات سے لبریز ہے۔ یہ ادب عامۃ الناس کی زبان میں ہوتا، تاکہ روحانی پیغام ہر طبقے تک پہنچ سکے۔ بابا فرید گنج شکرؒ کے کلام کو پنجابی شاعری کی اولین دستاویزات میں شمار کیا جاتا ہے، جو تصوف کی عملی جھلک بھی پیش کرتا ہے۔ بابا فرید کے اشعار میں زندگی، موت، نفس، اور اللہ سے تعلق کے موضوعات کو سادہ اور پر اثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔¹ ان کے بعد آنے والے صوفی شعرا جیسے بلھے شاہ، شاہ حسین، وارث شاہ، اور خواجہ غلام فرید نے پنجابی زبان کو ایسا لسانی پیرہن عطا کیا جو آج بھی پنجاب کی عوامی شناخت کا حصہ ہے۔

¹ احمد، پروفیسر محمد۔ صوفی شعر کا ثقافتی اثر، HEC تحقیقی مقالہ، لاہور: ہائر ایجوکیشن کمیشن، 2010ء، ص 22۔

بلھے شاہ کا کلام، خاص طور پر، خانقاہی تعلیمات اور عوامی زبان کا سنگم ہے۔ ان کے اشعار میں نہ صرف روحانی لطافت پائی جاتی ہے بلکہ سماجی اور اخلاقی مسائل پر بھی تنقید ملتی ہے۔ ان کی یہ خصوصیت اس لیے اہم ہے کہ وہ خانقاہی تربیت کے زیر اثر زبان کے استعمال کو اصلاحِ احوال کے لیے بروئے کار لاتے تھے۔

"علموں بس کریں اویار، اک الف پڑھو پیار دا"

یہ مصرع خانقاہی فلسفے کا عملی نمونہ ہے، جس میں رسمی علم کے بجائے محبت، روحانی تعلق، اور سادگی کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔¹

اسی طرح، شاہ حسین نے پنجابی زبان میں روحانی اسرار کو انتہائی لطیف پیرائے میں بیان کیا:

"ساہ وی لے نہ سکاں، جیون مرن وسا ہے،

قرب فرید دالبھاں، مٹھڑے بول سنا ہے"

یہ زبان نہ صرف وجدانی کیفیت کی نمائندہ ہے بلکہ خانقاہی زبانِ حال کا بیان بھی ہے جو محبت، قربِ الٰہی، اور جذباتی نرمی کو سادہ مگر مؤثر انداز میں پیش کرتی ہے۔²

خانقاہی نظام نے زبان میں جو اہم تبدیلی پیدا کی وہ یہ تھی کہ دین کی تعلیم کو عوامی زبان میں منتقل کیا گیا۔ روایتی درس نظامی یا عربی و فارسی کے مشکل متون کی بجائے صوفیاء نے پنجابی کو ذریعہ اظہار بنایا۔ اس سے مذہبی پیغام عوامی سطح پر سمجھنے اور جذب کرنے کے قابل ہو گیا۔

پروفیسر محمد سہیل کے مطابق:

"پنجابی زبان کی سادگی، معنویت اور داخلی تاثیر خانقاہی ماحول کی دین ہے، جس نے دینی و اخلاقی پیغام کو عوام کی زبان میں منتقل کیا۔"³

¹ بلھے شاہ، کلیاتِ بلھے شاہ، مرتبہ سید یوسف علی، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، 2004ء، ص 45

² شاہ حسین، کافیاں شاہ حسین، لاہور: پنجابی ادبی بورڈ، 1995ء، ص 18-

³ سہیل، محمد، برصغیر میں صوفی تحریک، لاہور: جامعہ پنجاب، 2005ء، ص 128-

زبان کے اس صوفیانہ رنگ میں ایک اور پہلو "نصیحت کا انداز" ہے۔ خانقاہی مراکز پر آنے والے عام لوگوں کو درس، وعظ، اور حکایات کے ذریعے تربیت دی جاتی۔ یہ تمام اظہار پنجابی زبان میں ہوتا، جو عوام کے دل میں اتر جاتا۔ مثال کے طور پر، وارث شاہ کی مشہور داستان "ہیر" نہ صرف ایک عشقیہ قصہ ہے بلکہ اس میں اخلاقی، روحانی، اور معاشرتی اقدار کی تعلیم بھی پنہاں ہے۔ وہ ہیر اور رانجھے کے تعلق کو ایک روحانی علامت کے طور پر بیان کرتے ہیں، جو حقیقت میں بندے اور رب کے تعلق کی نمائندگی کرتا ہے۔¹

اسی طرح، خواجہ غلام فرید کی سرانیکی شاعری میں بھی وہی خانقاہی لطافت، روحانی مشاہدہ، اور وجدانی تاثیر پائی جاتی ہے۔

"سچل، سچو، سچ گل وچ، سچ دارنگ نرالاے"

یہ سچائی، جو تصوف کا بنیادی جوہر ہے، زبان کے ذریعے عوام تک منتقل ہوئی اور پنجابی ثقافت کا حصہ بنی۔² صوفیاء کرام نے زبان کو محض اظہار کا ذریعہ نہیں سمجھا بلکہ روحانی تجربے کو بیان کرنے کا وسیلہ بنایا۔ ان کی شاعری میں وہ وجد، حال، عشق الہی، اور روحانی تربیت کے ایسے مضامین موجود ہیں جو زبان کو صرف سماعت کے لیے نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں میں اترنے والا وسیلہ بناتے ہیں۔

خانقاہی زبان میں "نرمی" اور "شیریں بیانی" کا عنصر بنیادی ہے۔ پنجابی زبان میں جو لطافت، نرمی، اور محبت آمیز انداز ملتا ہے، وہ صوفی شعرا کی دین ہے۔ ان کی تربیت یافتہ زبان نے پنجاب کے مزاج میں بھی یہی رنگ بھر دیا۔

پنجاب کی خانقاہوں میں محافل ذکر، سماع، اور درس و وعظ کی محافل عوامی سطح پر زبان کے فروغ کا ذریعہ بنیں۔ ان محافل میں جو زبان استعمال ہوتی، وہ ادبی پیرائے سے زیادہ دل نشین اور پر اثر ہوتی۔ خانقاہوں کے ذریعہ زبان میں جو معنوی وسعت آئی، اس نے پنجابی ادب، گیت، اور کہاوتوں کو روحانی رنگ عطا کیا۔

¹ شاہ، وارث، ہیر وارث شاہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2003، ص 76۔

² فرید، خواجہ غلام، دیوان فرید، ملتان: ادارہ فروغ ادب، 1998، ص 92۔

تجزیہ

زبان و بیان پر خانقاہی اثرات ایک تسلسل کا نام ہیں، جو آج بھی پنجاب کی روزمرہ زبان، محاورات، لوک کہانیوں، اور شعری روایت میں نمایاں ہیں۔ یہ اثر صرف الفاظ کا نہیں بلکہ ایک فکری، روحانی، اور تہذیبی روایت کا عکس ہے جو زبان کے ذریعے نسل در نسل منتقل ہو رہا ہے۔ اور اسی زبان کے نمایاں عکس کو وقت کے ساتھ مقصد پرست طبقات نے اپنے انداز میں تشریح کیں، جس کی وجہ سے خانقاہوں پر منفی اثرات مرتب ہوتے رہے، آج کل پنجاب کی خانقاہوں کا عکس اسلامی تعلیمات کے عکس کی مرکزیت سے دور نظر آتے ہیں، یہ تعلیمات کی غلط تشریحات قومی زوال کی طرف لے جانے کا سبب بنتی ہیں۔

رسم و رواج، لباس، خوراک اور روزمرہ زندگی: خانقاہی نظام کا ثقافتی اثر

پنجاب کا خانقاہی نظام نہ صرف ایک روحانی و دینی روایت ہے بلکہ ایک مکمل سماجی و ثقافتی نظام بھی رہا ہے، جس نے روزمرہ زندگی کے مختلف پہلوؤں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان میں لباس، خوراک، میل جول، اور عوامی رسم و رواج شامل ہیں۔ ان تمام پہلوؤں میں خانقاہی اصول جیسے سادگی، قناعت، مہمان نوازی، اور خدمت خلق کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

لباس میں سادگی اور روحانی وقار

خانقاہی نظام میں لباس کو محض زیب و زینت کے لیے نہیں بلکہ روحانی اظہار کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ صوفیاء کرام نے لباس میں سادگی، صفائی، اور سفید رنگ کو ترجیح دی۔ خانقاہوں میں سادہ لباس کو ایک روحانی علامت سمجھا جاتا، جو عاجزی، زہد، اور نفی نفس کا مظہر تھا۔ یہ روایت عام لوگوں میں بھی رائج ہوئی، اور آج بھی صوفی مزارات پر سفید لباس کو روحانیت اور وقار کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

پروفیسر محمد سہیل کے مطابق:

"پنجاب کی خانقاہی روایت نے لباس میں سادگی کو روحانی شرافت کا درجہ دیا، جو آج بھی عوامی ثقافت میں زندہ ہے۔"¹

لیکن آج جدید دور میں یہ ریت مندرجہ بالا اوصاف حمیدہ سے بالکل دور نظر آتی ہے، آج خانقاہی رسم ایک رسم کی تصویر پیش کر رہی ہے، جس کی اعلیٰ میں مثال لاہور کی مشہور خانقاہ داتا گنج بخش علی ہجویر، اور پنجاب کی انتہائی مشہور مرکزیت خواجہ فرید کی خانقاہ ہے۔

خوراک میں قناعت اور لنگر کی روایت

خوراک کے معاملے میں بھی خانقاہی روایت قناعت، سادگی، اور سخاوت پر زور دیتی ہے۔ صوفیاء کے ہاں دسترخوان وسیع ہوتا تھا، جہاں امیر و غریب سب کے لیے برابر جگہ ہوتی۔ اس روایت کا عملی اظہار "لنگر" کی شکل میں ہوا، جو آج بھی برصغیر کی صوفی ثقافت کا مرکزی پہلو ہے۔

لنگر میں پکی ہوئی خوراک، روٹی، اور حلوہ جیسی اشیاء عام تھیں، جو روحانی برکت اور عوامی اخوت کی علامت سمجھی جاتیں۔ یہ محض ایک کھانے کا عمل نہ تھا بلکہ مساوات، انسان دوستی، اور خدمت خلق کا عملی مظاہرہ تھا۔ ڈاکٹر برکت احمد اس بارے میں لکھتے ہیں:

"لنگر کا تصور صوفیاء کی اس تعلیم کا مظہر ہے جس میں خدمتِ خلق اور سماجی برابری کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔"²

یہ صوفیاء کرام کی تاریخی روایات ہیں، لیکن عصری منظر بالکل اس کے برعکس ایک رخ پیش کر رہا ہے، خانقاہوں کے رکھوالے مالدار طبقات میں شروع ہونے لگے ہیں، ان میں سے ہر ایک کی زندگی کا تبصرہ ایک الگ موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔

¹ سہیل، محمد، برصغیر میں صوفی تحریک، لاہور: جامعہ پنجاب، 2005، ص 191

² احمد، برکت، خانقاہی نظام اور اس کی تاریخ، لاہور: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2011، ص 145۔

روزمرہ رسوم و رواج پر اثرات

خانقاہی نظام نے پنجاب کی روزمرہ رسوم و رواج پر بھی نمایاں اثر ڈالا۔ عام گھروں میں میلاد، ذکر کی محافل، نیاز، اور اجتماعی دعا کی روایات خانقاہی نظام سے ماخوذ ہیں۔ صوفیاء کرام کے نزدیک ذکر الہی اور محافلِ نعت و منقبت صرف روحانی تسکین کا ذریعہ نہیں بلکہ تربیتِ نفس اور اخلاقی اصلاح کا مؤثر ذریعہ تھیں۔

محافلِ میلاد، خصوصاً ربیع الاول کے مہینے میں، صوفی خانقاہوں میں باقاعدگی سے منائی جاتیں اور عوام ان میں بڑی تعداد میں شریک ہوتے۔ ان محافل میں تلاوت، نعت خوانی، درود، اور صوفی کلام کی قراءت کے ذریعے عوامی سطح پر روحانیت، محبت رسولؐ، اور اجتماعی شعور پیدا ہوتا۔

پنجاب یونیورسٹی کے مجلہ اسلامیات میں شائع ہونے والے ایک تحقیقی مضمون میں لکھا گیا:

"پنجاب میں میلاد کی محافل کا فروغ خانقاہی نظام کے اثرات کا براہ راست نتیجہ ہے، جس نے مذہب کو عوامی سطح پر جاننے کا طریقہ بنا دیا۔"¹

عصر حاضر میں پنجاب کی خانقاہوں میں میلاد اور ذکر و اذکار کی محافل کا انعقاد بالکل ہوتا ہے، لیکن اس کی روحانیت کا وہ عنصر غائب نظر آتا ہے جو تاریخی تصوف کے مصادر دعویٰ کرتے ہیں۔ اس وقت خانقاہی نظام الگ تشریحات کے ساتھ اس نظام کو قائم کئے ہوئے ہے۔

رسوم و رواج میں سادگی اور اخلاقی اصولوں کا غلبہ

صوفیاء کی تعلیمات نے شادی، فوتگی، اور دیگر معاشرتی تقریبات کو بھی متاثر کیا۔ مثلاً خانقاہی اثر سے شادی کی رسومات میں سادگی، اور جنازہ و قل کی تقریبات میں دعا و ذکر پر زور دیا جانے لگا۔ مزارات پر عرس کی محافل اور درباروں پر سالانہ اجتماعات، جو اب بھی پنجاب میں ثقافتی تہواروں کی شکل اختیار کر چکے ہیں، درحقیقت خانقاہی ثقافت کے عوامی مظاہر ہیں۔ ان محافل میں عوام کی شرکت، میل جول، اجتماعی دعا، اور روحانی تربیت، سب کچھ ایک خانقاہی تجربہ بن جاتا ہے۔

¹ پنجاب میں خانقاہی میلوں کی سماجی معنویت"، مجلہ اسلامیات، جامعہ پنجاب، شمارہ 33، 2018، ص 74۔

صوفیانہ اثرات کا تسلسل

پنجاب میں آج بھی دیہی اور شہری معاشرے میں کئی ایسے مظاہر دیکھے جاسکتے ہیں جو براہ راست خانقاہی نظام کی دین ہیں:

• سفید لباس پہننا بزرگوں کی تقلید میں

• نیاز و لنگر کا اہتمام

• مزارات پر چادریں چڑھانا اور منتیں مانگنا

• گھروں میں ذکر کی محفلیں

یہ تمام مظاہر اس بات کی دلیل ہیں کہ خانقاہی نظام نے مذہب کو صرف مسجد یا مدرسے تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے عوامی طرز زندگی کا جزو لا ینفک بنادیا۔ اور گزرتے وقت کے ساتھ ان صوفیاء کرام کی تربیت کی تعلیمات کو ہر ممکن الگ انداز سے اپنی خواہشات کے مطابق بدلا گیا ہے۔

پنجاب کے خانقاہی نظام نے رسم و رواج، لباس، خوراک اور روزمرہ زندگی پر جو اثرات مرتب کیے، وہ درحقیقت محض رسوم نہیں بلکہ اخلاقی، روحانی، اور معاشرتی اقدار کے مظاہر ہیں۔ ان کے ذریعے پنجاب میں ایک ایسی ثقافت نے جنم لیا جو دین اور دنیا کے درمیان ایک اعتدال وہم آہنگی کا مظہر ہے، لیکن یہ الگ بات ہے کہ گزرتے وقت کے ساتھ ان جوانب میں خواہشات نے اپنا حصہ بنالیا۔

خانقاہی نظام کی ثقافتی وحدت کا پہلو

پنجاب کے خانقاہی نظام کا ایک نمایاں پہلو اس کی ثقافتی وحدت پسندی ہے، جو ذات پات، مذہبی تفرقات، اور نسلی امتیازات کے برعکس، انسانیت، اخوت، اور باہمی احترام کو فروغ دیتی ہے۔ پنجاب کی سرزمین پر صوفیاء کرام نے ایک ایسا معاشرتی ماڈل قائم کیا جس میں ہر فرد، خواہ وہ کسی بھی مذہب، نسل یا ذات سے تعلق رکھتا ہو، عزت و احترام کا مستحق سمجھا جاتا تھا۔ خانقاہیں نہ صرف مسلمانوں بلکہ ہندوؤں، سکھوں، اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے لیے بھی روحانی پناہ گاہیں ثابت ہوئیں۔

صوفیاء کرام کی تعلیمات میں انسان کو محض اس کے ایمان یا ظاہری تعلق سے نہیں بلکہ اس کی نیت، کردار، اور اخلاص سے پرکھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خانقاہی نظام نے پنجاب میں وحدت انسانی کا ایسا تصور راسخ کیا جو آج بھی معاشرتی ہم آہنگی کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

"صوفیاء کرام نے اپنی خانقاہوں کے دروازے تمام انسانوں کے لیے کھول دیے، جن میں محبت، رواداری، اور باہمی احترام کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔"¹

ذات پات اور مذہبی تفرقات کے خلاف مزاحمت

پنجاب میں برہمن واد اور ذات پات کی جڑیں بہت گہری تھیں، لیکن خانقاہی نظام نے ان نظریات کے خلاف فکری و عملی جدوجہد کی۔ صوفیاء نے اپنے عمل اور اقوال کے ذریعے مساوات، اخوت، اور روحانی برابری کا پیغام دیا۔ خواجہ معین الدین چشتی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، اور دیگر صوفی مشائخ نے انسانوں کے درمیان درجہ بندی کو رد کرتے ہوئے خدمتِ خلق، سخاوت، اور انسان دوستی کو اہمیت دی۔ پروفیسر شیر علی ترین لکھتے ہیں:

"صوفی خانقاہیں ذات پات کے نظام کے خلاف عملی مثال بن گئیں جہاں ہر مرید، چاہے وہ کسی بھی پس منظر سے ہو، یکساں روحانی تربیت حاصل کرتا۔"²

غیر مسلموں کے لیے روحانی کشادگی

خانقاہوں نے مذہبی رواداری اور ہم آہنگی کی جو فضا پیدا کی، اس میں غیر مسلم بھی شامل تھے۔ متعدد صوفی مشائخ کے مزارات پر آج بھی ہندو، سکھ، اور دیگر اقوام سے تعلق رکھنے والے افراد حاضری دیتے ہیں، منتیں مانگتے ہیں، اور نیاز چڑھاتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ صوفیاء کی خانقاہیں محض ایک مذہبی مقام نہیں بلکہ مشترکہ ثقافتی ورثہ بن چکی ہیں۔

¹ حمید اللہ، ڈاکٹر، تصوف اور رواداری، کراچی: دارالنور، 2003، ص 88

² ترین، شیر علی، پنجاب میں صوفی تحریک اور معاشرتی ہم آہنگی، لاہور: بزم صوفیاء، 2010، ص 113

ڈاکٹر ارم شازیہ کے مطابق:

"پنجاب کے خانقاہی نظام نے ایک ہمہ گیر ثقافت تشکیل دی جہاں مذہب کے ساتھ ساتھ زبان، فن، اور مشترکہ رسوم نے عوامی وحدت کو پروان چڑھایا۔"¹

یہ بات الگ ہے کہ آج خانقاہی نظام نے غیر مسلم روایات کا رنگ بھر لیا، جسے درست کرنے کی عصری اہم ضرورت ہے۔

عرس کلچر: وحدت کی علامت

عرس، یعنی صوفی بزرگوں کے سالانہ ایام، صرف مذہبی اجتماعات نہیں بلکہ ثقافتی وحدت کا مظہر بھی ہیں۔ ان تقریبات میں ہر مذہب، مسلک، اور پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہوتے ہیں۔ یہ تقریبات، جن میں قوالی، لنگر، درود و سلام، اور اجتماعی دعائیں شامل ہوتی ہیں، ایک مشترکہ روحانی و ثقافتی تجربے میں بدل جاتی ہیں۔ ڈاکٹر برکت احمد اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"پنجاب کے صوفی مزارات پر منعقد ہونے والے عرس نہ صرف روحانی تقریب ہوتے ہیں بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی کے عملی مظاہر بھی ہیں۔"²

آج کے دور کے مطابق عرس نام کی محافل کے نام پر تعلیمات صوفیاء کو غیر مسلم اور غیر معاشرتی روایات کا مرکز کے طور پر سامنے لایا جا رہا ہے۔

خانقاہی وحدت پسندی کا اثر معاصر پنجاب پر:

عصری غیر روایتی ادوار کے ساتھ تصوف کی مثبت تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے، آج بھی پنجاب کے دیہی اور شہری علاقوں میں ایسے بہت سے رسوم و رواج، روایات، اور اقدار موجود ہیں جو خانقاہی وحدت پسندی کی دین ہیں۔ پنجاب کی

¹ شازیہ، ارم۔ ثقافتی رواداری اور خانقاہی نظام، مجلہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، جلد 9، شمارہ 2، 2019، ص 59

² احمد، برکت، خانقاہی نظام اور اس کی تاریخ، لاہور: ادارہ تحقیقات اسلامی، 2011، ص 198

زبان، شاعری، گیت، اور میلوں میں وہی جذبہ جھلکتا ہے جو صوفیاء نے رائج کیا۔ لوگوں کے باہمی میل جول، غمی خوشی میں شرکت، اور بھائی چارے کی روایات، سب اس وحدانی ثقافت کا حصہ ہیں۔

خانقاہی نظام نے پنجاب میں ایک ایسی ثقافت کو پروان چڑھایا جس میں تفریق کے بجائے ہم آہنگی، منافرت کے بجائے محبت، اور انفرادیت کے بجائے اجتماعیت کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ نظام آج بھی سماجی ہم آہنگی اور ثقافتی وحدت کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

خانقاہی نظام کی بے شمار مثبت اقدار کے باوجود اس کی کچھ کمزوریاں بھی سامنے آئی ہیں جن کا جائزہ لینا ضروری ہے:

ا۔ رسم پرستی کا غلبہ: بعض اوقات خانقاہی روایت میں روحانیت کی اصل روح کمزور ہو کر ظاہری رسوم کی ادائیگی تک محدود ہو گئی۔ قوالیوں کی محفلوں، مخصوص حرکات و سکنات، یازاریات کو روحانی ترقی کا واحد ذریعہ سمجھا جانے لگا، جس سے اخلاص متاثر ہوا۔

ب۔ سیاسی اثر و رسوخ: چند مشہور خانقاہیں وقت کے حکمرانوں سے تعلقات قائم کر کے سیاسی اثر و رسوخ کا ذریعہ بن گئیں۔ یہ رجحان تصوف کی بنیادی تعلیمات، یعنی دنیا سے بے رغبتی اور اللہ کی طرف رجوع، کے منافی تھا۔ علامہ شبلی نعمانی نے اس ضمن میں تنقید کرتے ہوئے کہا کہ "جب روحانیت دنیاوی مفادات کا آلہ بن جائے، تو نہ زہد باقی رہتا ہے نہ اخلاص۔"

ج۔ غیر شرعی رسومات: پنجاب کی بعض خانقاہوں میں چراغ جلانا، مزارات پر چادریں چڑھانا، مزار پر سجدہ کرنا، یادہاں سے برکت حاصل کرنے کے لیے غیر شرعی طریقے اپنانا، وہ عناصر تھے جنہوں نے دین کی اصل روح سے انحراف پیدا کیا۔ مفتی محمد شفیعؒ نے ان امور کو "بدعت مزارات" قرار دیا۔

د۔ علم و عمل میں فقدان: بعض خانقاہوں میں علم دین کی بجائے محض بیعت، ورد، اور وظائف کو دین کی اصل قرار دیا گیا، جس سے عوام میں دینی شعور کا فقدان پیدا ہوا۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں: "تصوف جب علم سے دور ہو جائے تو ایک سماجی رسم بن کر رہ جاتا ہے۔"

خانقاہی نظام نے پنجاب میں ایک ایسی ثقافت کو پروان چڑھایا جس میں تفریق کے بجائے ہم آہنگی، منافرت کے بجائے محبت، اور انفرادیت کے بجائے اجتماعیت کو فروغ حاصل ہوا۔ اگرچہ اس نظام کے اندر بعض فکری اور عملی کمزوریاں بھی سامنے آئیں۔

فصل دوم

خانقاہی نظام تنقیدی تجزیہ افراط اور تفریط کے پہلو

خانقاہی نظام برصغیر خصوصاً پنجاب کی روحانی، معاشرتی، اور ثقافتی زندگی میں ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نظام کی بنیاد تصوف، روحانیت، اور انسان دوستی جیسے اعلیٰ اقدار پر رکھی گئی، مگر وقت گزرنے کے ساتھ اس میں مختلف پہلوؤں سے افراط و تفریط کا رجحان بھی ابھرا۔ اس تنقیدی فصل میں ہم ان پہلوؤں کا جائزہ لیں گے جو خانقاہی نظام کے مثبت اور منفی اثرات کو اجاگر کرتے ہیں، اور ساتھ ہی جدید دور میں اس نظام کو درپیش چیلنجز اور ان کے ممکنہ حل کی تلاش بھی کریں گے۔

پنجاب میں صوفیاء کرام نے خانقاہی نظام کو دین کی روح کے مطابق روحانیت، تزکیہ نفس، اور خدمتِ خلق کے اصولوں پر استوار کیا۔ تاہم، مختلف ادوار میں سیاسی، معاشی، اور ثقافتی تبدیلیوں نے اس نظام کو متاثر کیا۔ چنانچہ بعض خانقاہیں اصلاح و تربیت کے مراکز کے بجائے رسوم و رواج اور مادی مفادات کا مرکز بن گئیں۔

ڈاکٹر خالد مسعود لکھتے ہیں: "خانقاہی نظام میں تبدیلی کا عمل سست روی سے ہوا، جس کی وجہ سے معاشرتی تبدیلیوں سے ہم آہنگ ہونے میں دشواری پیش آئی۔ بعض خانقاہیں اصلاح کے بجائے روایت پرستی کی اسیر ہو گئیں۔"¹

اس باب میں ہم درج ذیل نکات کو تفصیل سے زیر بحث لائیں گے:

- خواتین زائرین اور ثقافتی حدود کا جائزہ
- خانقاہی ثقافت کے مثبت پہلو: اتحاد، روحانیت، اخلاق
- منفی پہلو: رسم پرستی، مادی مفادات، بدعات
- خانقاہوں میں جدید چیلنجز: سچائی، اصلاح یا انحراف؟

¹ مسعود، خالد، تصوف اور جدیدیت، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد 2015ء، ص 112

یہ تجزیہ خانقاہی نظام کی حقیقت کو بہتر طور پر سمجھنے، اس کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کرنے، اور ان منفی رجحانات پر تنقید کرنے میں مددگار ہوگا جو اس نظام کی اصل روح کو متاثر کر سکتے ہیں۔

خواتین زائرین اور ثقافتی حدود کا جائزہ

خانقاہی نظام میں خواتین کی شمولیت ایک ایسا پہلو ہے جو نہ صرف سماجی اور ثقافتی تناظر میں حساسیت رکھتا ہے بلکہ دینی و فقہی حوالوں سے بھی متنوع آرا کا حامل ہے۔ برصغیر کی صوفیانہ روایت میں خواتین زائرین کا کردار مختلف ادوار میں مختلف انداز سے سامنے آیا ہے۔ کہیں یہ کردار فعال اور روحانی استفادے کا مظہر رہا، اور کہیں اس پر سماجی حدود اور ثقافتی قدغنوں کی دبیز تہہ چڑھادی گئی۔ تاریخی طور پر بعض مشہور اولیاء کرام کی خانقاہوں، جیسے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر (پاک پتن) اور حضرت شاہ حسین (لاہور)، میں خواتین کی حاضری کو ایک عام اور قابل قبول عمل سمجھا جاتا تھا۔ خواتین یہاں نہ صرف دعا اور تبرکات کے لیے آتی تھیں بلکہ بعض اوقات روحانی تربیت کے مراحل سے بھی گزرتی تھیں۔ تاہم، یہ بھی مشاہدہ ہوا کہ وقت کے ساتھ ساتھ مقامی ثقافت اور غیر اسلامی رسوم و رواج نے خواتین کی شرکت کو محدود کر دیا، یا محض رسمی زیارت تک محدود کر دیا۔

شریعت اسلامیہ میں خواتین کے لیے عبادات، زیارت قبور، اور روحانی اصلاح کی اجازت ہے، بشرطیکہ وہ حجاب اور دیگر شرعی آداب کی پابند ہوں۔ تاہم، خانقاہی ماحول میں بعض اوقات ان حدود کی خلاف ورزی دیکھی گئی ہے، جہاں اختلاط، غیر محرم سے بے محابا میل جول، یا حتیٰ کہ نذر و نیاز کے غیر شرعی طریقے رائج ہوئے۔ ان عناصر نے بعض علما کو خواتین کی خانقاہی سرگرمیوں پر تنقید کرنے پر مجبور کیا۔

ڈاکٹر ارم شازیہ اپنی تحقیق میں لکھتی ہیں: "خانقاہوں میں خواتین کی شرکت کا دائرہ اکثر مقامی ثقافت اور پیرومرید کے باہمی تعلقات سے مشروط رہا ہے، جس سے بعض اوقات صنفی مساوات متاثر ہوئی۔"¹

موجودہ دور میں خواتین کی خانقاہوں میں حاضری بڑھتی جا رہی ہے، جو ایک طرف روحانیت کی طلب کی علامت ہے، تو دوسری طرف اس میں سماجی عدم توازن، توہمات، اور رسم پرستی کا عنصر بھی شامل ہوتا جا رہا ہے۔ بعض خانقاہیں خواتین کو محض ایک مالی ذریعہ سمجھ کر ان کی روحانی طلب کا استحصال کرتی ہیں، جہاں نذر، نیاز اور منتوں کے ذریعے مادی فوائد

¹ ارم شازیہ، ثقافتی رواداری اور خانقاہی نظام، مجلہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، جلد 9، شمارہ 2، 2019، ص 59

حاصل کیے جاتے ہیں۔ مفتی محمد تقی عثمانی اس بابت لکھتے ہیں: "اگر زیارتِ قبور کو اصلاحِ قلب کے بجائے رسوم و رواج اور غیر شرعی اعمال کا مرکز بنادیا جائے، تو یہ عبادت باعثِ گمراہی بن سکتی ہے۔"¹

خانقاہی نظام میں خواتین کی شرکت کے سلسلے میں ایک توازن کی ضرورت ہے—جہاں ان کے روحانی ارتقا کو روکا نہ جائے، مگر شرعی، اخلاقی اور سماجی اصولوں کی مکمل پاسداری بھی کی جائے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ خانقاہی نظام از سر نو جائزہ لے کہ خواتین زائرین کو کس فضا میں مدعو کیا جا رہا ہے، اور کیا یہ فضا اصلاحِ باطن اور روحانیت کا ذریعہ ہے، یا صرف رسوم و مظاہر کی تکمیل۔

خانقاہی ثقافت کے مثبت پہلو: اتحاد، روحانیت، اخلاق

خانقاہی نظام کا سب سے روشن پہلو اتحادِ امت کی روایت ہے، جو صوفیاء کے پیغامِ محبت، اخوت اور احترامِ انسانیت پر مبنی تعلیمات میں واضح نظر آتا ہے۔ صوفی خانقاہیں بلا امتیاز مذہب، نسل، فرقہ یا مسلک، تمام انسانوں کے لیے کھلی رہتی تھیں، جہاں ہر فرد کو روحانی سکون، مشورہ، اور خدمتِ خلق کا درس دیا جاتا تھا۔ امیر خسروؒ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے دربار میں آنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہاں ہندو ہو یا مسلمان، سبھی کو یکساں نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، کیوں کہ یہاں انسانیت سب سے مقدم ہے۔"²

خانقاہی نظام میں مسلکی تعصبات کے بجائے وحدتِ کلمہ اور اخلاقِ حسنہ کو اہمیت دی گئی۔ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ اور سہروردیہ سلاسل کے بزرگوں نے معاشرتی ہم آہنگی اور باہمی رواداری کو اپنی دعوت کا حصہ بنایا۔ ان کی خانقاہیں ایسی جگہیں تھیں جہاں مختلف مکاتبِ فکر کے افراد ایک دوسرے سے سیکھتے، روحانیت حاصل کرتے، اور ایک مثالی معاشرہ تشکیل دیتے تھے۔ ڈاکٹر غلام رسول مہر کے مطابق: "صوفیاء نے ہندوستان کے بکھرے ہوئے معاشرے کو جوڑنے کی جو سعی کی، وہ صرف مذہبی یا روحانی نہیں بلکہ ایک قومی خدمت تھی، جس نے ہزاروں دلوں کو ایک لڑی میں پرو دیا۔"³

¹ مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور عورت، کراچی: مکتبہ دارالعلوم، 2001، ص 112

² امیر خسرو، محی الطبع، دہلی: مکتبہ امیر خسرو، 1310ھ، صفحہ 88

³ غلام رسول مہر، تاریخِ تصوف، لاہور: مطبوعاتِ مہر، 1965، صفحہ 210

خانقاہی نظام کا یہ پہلو آج کے فرقہ وارانہ ماحول میں بھی ایک مثبت نمونہ فراہم کرتا ہے۔ اگر اس اتحاد و اخوت کی روایت کو از سر نو زندہ کیا جائے، تو امت مسلمہ کے اندرونی خلفشار اور تقسیم کو کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

صوفیاء کا روحانی تسلسل اور تزکیہ نفس: ایک تنقیدی مطالعہ

برصغیر میں صوفیاء کرام کے روحانی سلسلوں نے اسلامی تہذیب کو ایک باطنی جہت عطا کی۔ ان سلاسل نے خانقاہی نظام کے توسط سے دین اسلام کی روحانی و اخلاقی اقدار کو فروغ دیا، اور عوام الناس کو محض ظاہری عبادات سے بلند کر کے تزکیہ نفس، اخلاص، اور اصلاح باطن کے مراحل سے گزارا۔ خانقاہیں اس روحانی تربیت کی بنیاد بنیں جو آج بھی ایک قابل قدر روایت ہے، تاہم وقت گزرنے کے ساتھ اس نظام میں بعض افراط و تفریط کی صورتیں بھی پیدا ہوئیں جن کا تنقیدی جائزہ ناگزیر ہے۔

۱. روحانی تسلسل اور نبوی نسبت

خانقاہی نظام کا آغاز محض چند افراد کی انفرادی کوششوں سے نہیں ہوا، بلکہ یہ ایک روحانی تسلسل ہے جو صحابہ کرامؓ، تابعینؓ، اور بالآخر صوفیائے کرام کے ذریعے نسبت نبوی ﷺ سے جڑا رہا۔

جیسا کہ حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں:

"تصوف شریعت کا باطن ہے، اور اس کی اصل بنیاد قرآن و سنت پر ہے۔ جو اس سے ہٹے، وہ ضلالت میں

ہے۔"¹

یہ روحانی زنجیر (سلسلہ طریقت) ایک مرشد کامل کے زیر نگرانی سالک کے نفس کی تطہیر کرتی، اسے مجاہدہ، ریاضت، ذکر و فکر کے ذریعے رب سے جوڑتی، اور فرد کو خدا شناس بناتی تھی۔

¹ علی ہجویری، کشف المحجوب، ص 38

ب. تزکیہ نفس کی اصل روح

تزکیہ نفس قرآن کا بنیادی مطالبہ ہے:

﴿فَذَرْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا﴾¹

"بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا۔"

خانقاہیں اسی قرآنی تعلیم کو عملی صورت میں ڈھالنے کا ذریعہ بنیں۔ یہاں ذکر، خلوت، مجاہدہ، اور مرشد کی صحبت سالک کی شخصیت سازی میں کلیدی کردار ادا کرتے تھے۔ امام قشیریؒ نے فرمایا:

"تزکیہ نفس تصوف کی بنیاد ہے، اور خانقاہ اس تربیت کا مضبوط مرکز۔"²

ج. منفی پہلو: رسم پرستی، مادی مفادات، بدعات

خانقاہی نظام کے مثبت پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس میں بعض منفی رجحانات بھی در آئے ہیں جنہوں نے اس کی روحانی افادیت کو متاثر کیا ہے۔ ان میں سب سے نمایاں عناصر رسم پرستی، مالی مفادات کی جستجو، اور مذہبی بدعات ہیں، جو صوفی روایت کے اخلاص اور فقر کے اصولوں کے منافی ہیں۔ رسم پرستی کا رجحان اس وقت ابھرتا ہے جب خانقاہی اعمال کی روح کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف ظاہری مظاہر کو اصل مان لیا جاتا ہے۔ جیسے ذکر کے حلقے صرف ظاہری ترتیب کے لیے ہوں، یا عرس کی تقریبات میں شرکت کو محض ثقافتی روایت کے طور پر لیا جائے۔ پنجاب کی بعض مشہور خانقاہوں میں — جیسے دربار حضرت شاہ شمس تبریزؒ (ملتان)، حضرت بابا فریدؒ (پاکپتن)، اور حضرت شاہ جمالؒ (لاہور) — میں عرس کے مواقع پر جس طرح کی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں، وہ اکثر روحانی تربیت کے بجائے ثقافتی میلے کی شکل اختیار کر جاتی ہیں۔

مادی مفادات کی جستجو خانقاہی نظام کا وہ رخ ہے جہاں پیرو مرید کے تعلق کو مالی فوائد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مریدوں سے نذر و نیاز کی توقع، نیازوں کی بولیاں، یازیرات کے لیے مخصوص 'چندہ نظام' روحانیت کے بجائے معیشت کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بعض مقامات پر، یہ مالی وابستگی اتنی شدید ہو چکی ہے کہ پیری مریدی کا رشتہ ایک کاروباری

¹ الشمس: ۹

² قشیری، ابوالقاسم، الرسالة القشیریہ (اردو ترجمہ)، کراچی: مکتبہ دارالعلوم، 2012ء، ص 114

بندھن کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ بدعات کا فروغ ان رسومات یا عقائد کو شامل کرتا ہے جن کی نہ قرآن و سنت سے اصل ہے اور نہ ہی مستند صوفیانہ روایت سے۔ مثال کے طور پر، بعض مقامات پر غیر شرعی نذریں، پیر کے نام کی قسمیں، یا مخصوص تعویذ و وظائف ایسے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں جن کا مقصد روحانی ترقی نہیں بلکہ دنیوی فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔

ڈاکٹر منظور احمد اپنی کتاب "تصوف اور تنقید" میں لکھتے ہیں:

"جب تصوف کو علمی اور دینی بنیادوں سے کاٹ کر صرف خانقاہی روایات، وظائف، اور عقیدت کی مجسم صورتوں تک محدود کر دیا گیا، تو بدعات کا دروازہ کھل گیا۔ یہ تصوف کے زوال کی ابتدا تھی۔"¹

یہ تمام منفی پہلو اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب خانقاہی نظام کا مقصد اصلاحِ نفس کے بجائے دنیاوی فوائد اور عوامی مقبولیت بن جائے۔ اس رجحان کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ:

- صوفیاء کی اصل تعلیمات کو اجاگر کیا جائے؛
- پیرانِ کرام خود احتسابی کو اپنائیں؛
- اور عوام میں شعور بیدار کیا جائے تاکہ وہ روحانیت اور رسم پرستی میں فرق کر سکیں۔

د. دورِ حاضر: روحانیت سے رسم پرستی تک

تاہم وقت کے ساتھ ساتھ بہت سی خانقاہیں اپنے ابتدائی روحانی مشن یعنی تزکیہٴ نفس، فقر، اور سلوکِ الی اللہ سے ہٹ کر رسم پرستی، شخصیت پرستی، اور مالی مفادات کے حصول میں ملوث ہو گئیں۔ یہ تغیر محض معمولی تبدیلی نہیں بلکہ ایک فکری و روحانی انحراف ہے، جو خانقاہی نظام کی روح کو مجروح کرتا ہے۔ خانقاہوں میں ذکر و اذکار، خلوت نشینی، اور اخلاقی تربیت کی جگہ اب سالانہ عرس، میلوں، اور نذر و نیاز کے مظاہروں نے لے لی ہے۔ اصلاحِ باطن کے بجائے مرشد کے مادی احترام اور نذرانہ پیش کرنے کو روحانیت کا معیار سمجھا جانے لگا ہے۔ بعض خانقاہوں میں تو یہ تصور عام ہو چکا ہے کہ پیر کا دیدار ہی نجات کے لیے کافی ہے، چاہے مرید کی سیرت و کردار کی کوئی اصلاح نہ ہو۔

¹ منظور احمد، تصوف اور تنقید، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2014، صفحہ 89

ڈاکٹر محمد خالد مسعود اس زوال کی نشاندہی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: "صوفیاء کی روحانی روایت کو جب فقط مزار پرستی یا نذر و نیاز کی معیشت میں بدلا گیا، تو خانقاہوں کی معنوی طاقت زائل ہو گئی۔ یہ ایک گہرے فکری اور دینی بحران کی علامت ہے جس نے تصوف کی سماجی ساکھ کو مجروح کیا۔"¹

اس تنزلی کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

- تصوف محض لوک گیتوں، قوالی، یا ظاہری رسومات تک محدود ہو گیا؛
 - خانقاہیں محض مزاروں کی زیارت گاہیں بن گئیں، جہاں روحانی اصلاح کی فضا ناپید ہے؛
 - مریدی نظام میں فکری جمود، عقلی تنقید سے گریز، اور تنقیدی سوالات کو گستاخی سمجھا جانے لگا؛
 - پیران خانقاہ نے اکثر روحانی وراثت کو موروثی سیاست میں بدل دیا، جو صوفیانہ اصولوں کی نفی ہے۔
- نتیجتاً، عوام کی ایک بڑی تعداد جو روحانیت کی اصل جستجو میں تھی، یا تو انحراف کا شکار ہوئی یا پھر خانقاہی نظام سے مایوس ہو کر دیگر متبادل فکری یا مذہبی راستوں کی تلاش میں نکل پڑی۔
- آج ضرورت اس امر کی ہے کہ خانقاہی نظام اپنے اصل جوہر — یعنی روحانیت، تزکیہ نفس، اور خدمتِ خلق — کی جانب واپس لوٹے۔ اس کے لیے:
- پیران کرام کو فکری و اخلاقی تربیت کا فرضہ سنجیدگی سے ادا کرنا ہوگا؛
 - مریدی نظام میں عقلی سوالات، ذاتی اصلاح، اور شعوری تربیت کو جگہ دینا ہوگی؛
 - رسم و رواج کی جگہ روحانی استغراق، مطالعہ، اور مشاہدے کو فروغ دینا ہوگا۔
- ایسا نہ ہو تو موجودہ خانقاہی نظام ایک خوبصورت خول کے اندر ایک کھوکھلے ڈھانچے میں بدل جائے گا، جو نہ فرد کی روحانی طلب پوری کر سکے گا اور نہ ہی معاشرے کی اخلاقی تطہیر میں کوئی کردار ادا کر سکے گا۔

¹ خالد مسعود، تصوف اور جدیدیت، صفحہ 131

۵. اصلاح کی ضرورت اور جدید چیلنجز

موجودہ دور میں خانقاہی نظام کو از سر نو تزکیہ نفس کی اصل روح کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے۔ مرشد و مرید کا رشتہ، بیعت کی روحانیت، اور ذکر و فکر کی سنتی بنیادیں دوبارہ فعال کی جائیں تاکہ باطن کی صفائی اور معاشرتی تعمیر کا وہی اصل پیغام زندہ ہو سکے۔

مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں:

"تصوف کی حقیقی روح وہی ہے جو انسان کو خالص اللہ کے لیے بنائے۔ اگر اس سے ہٹ کر شہرت یا دنیا طلبی شامل ہو جائے، تو وہ تصوف نہیں، فریب ہے۔"¹

فصل دوم کے تنقیدی زاویے سے دیکھا جائے تو صوفیاء کا روحانی تسلسل اور تزکیہ نفس خانقاہی نظام کے مثبت پہلوؤں میں شمار ہوتا ہے، مگر عصر حاضر میں اس کی انحرافی شکلیں بھی سامنے آرہی ہیں جن کا اصلاحی جائزہ ناگزیر ہے۔ صرف اسی صورت میں خانقاہی نظام دوبارہ ایک متحرک اور روحانی معاشرتی کردار ادا کر سکتا ہے۔

خانقاہوں میں جدید چیلنجز: سچائی، اصلاح یا انحراف؟

خانقاہی نظام کو درپیش جدید چیلنجز اس کی بقاء، معنویت، اور سماجی کردار کے حوالے سے نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک طرف روحانیت کے عالمی رجحان میں اضافہ دیکھا جا رہا ہے، تو دوسری طرف خانقاہیں کئی پہلوؤں سے اپنی اصل پہچان اور اصلاحی کردار کھو رہی ہیں۔ اس بدلتے تناظر میں تین نمایاں چیلنجز سامنے آتے ہیں:

1. روحانیت بمقابلہ رسم پرستی:

خانقاہوں میں روحانیت کی جگہ رسم پرستی نے لے لی

ہے۔ جہاں پہلے ذکر، فکر، اور تربیتِ باطن ہوا کرتی تھی، وہاں آج اکثر جگہ خرقہ پوشی، منت و نیاز، اور نذر و نیاز کا مظاہرہ دکھائی دیتا ہے۔ اس رسم پرستی نے خانقاہی نظام کی اصلاحی اور تربیتی روح کو زوال پذیر کر دیا ہے۔ ڈاکٹر خرم علی شفیق کے بقول:

¹ محمد تقی عثمانی، اصلاحِ نفس اور روحانیت، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2015ء، ص 118

"صوفیاء کا پیغام ہمیشہ باطن کی تطہیر اور سچائی کی تلاش رہا ہے، مگر جب یہی پیغام صرف رسمی دعاؤں اور قوالی تک محدود ہو جائے تو وہ اصلاحی قوت کھو بیٹھتا ہے۔"¹

علامہ منظور احمد مزید وضاحت کرتے ہیں:

"خانقاہیں جب روحانی تزکیہ کی بجائے نذر و نیاز، قوالی، اور خرقة پوشی جیسے مظاہر کا مرکز بن جائیں، تو ان کا اثر عوام پر صرف ایک جذباتی وابستگی کی صورت میں رہ جاتا ہے، جو بیداری و شعور کی بجائے خوابیدگی اور تقلید کو فروغ دیتا ہے۔"²

بعض خانقاہوں میں رسوم کا یہ غلبہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ صوفیائے کرام کی اصل تعلیمات پس منظر میں چلی گئی ہیں۔ اس رسم پرستی نے نہ صرف عوام کو اصل روحانیت سے دور کیا ہے بلکہ جدید نسل کو خانقاہی نظام سے بیگانہ بھی بنایا ہے۔ ڈاکٹر فرید الدین قریشی کے مطابق روحانیت عمل اور اخلاق کا نام ہے، مگر جب اسے صرف قبروں کی زیارت، قوالی کی محفل، اور نذر و نیاز کی ادائیگی تک محدود کر دیا جائے تو اس کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔"³

یہ زوال خانقاہی نظام کو صرف ایک ثقافتی ورثہ بنا دیتا ہے، جس میں روحانی تجدید اور اخلاقی اصلاح کا عنصر ناپید ہو چکا ہوتا ہے۔ ایسے ماحول میں اصلاح کی تحریک ناگزیر ہو جاتی ہے تاکہ اصل تصوف کی روشنی پھر سے فروغ پاسکے۔

2. علمی و فکری جمود

خانقاہی نظام میں فکری جمود ایک ایسا مسئلہ ہے جو اس کی اصل روح، یعنی تصوف کے زندہ اور متحرک شعور، کے لیے چیلنج بن چکا ہے۔ تصوف کی تاریخ بتاتی ہے کہ صوفیائے کرام نہ صرف روحانیت کے مظہر تھے بلکہ وہ علمی و فکری تحریکات کے روح رواں بھی تھے۔ امام غزالی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی، شاہ ولی اللہ دہلوی، اور دیگر بزرگوں کی تعلیمات میں اجتہادی فکر، علمی مکالمہ، اور تنقیدی شعور نمایاں طور پر موجود تھا۔ جبکہ آج کے دور میں بہت سی خانقاہوں میں یہ فکری جہت یا تو مفقود ہو چکی ہے یا محدود ہو چکی ہے۔ محض مریدین کی تعداد، قوالی کی محفلیں، اور زائرین کا ہجوم خانقاہ

¹ خرم علی شفیق، روحانیت اور سچائی کی تلاش، لاہور: بزم فکر نو، 2020، صفحہ 65

² منظور احمد، تصوف اور تنقید، صفحہ 91

³ فرید الدین قریشی، تصوف کی روح اور عصر حاضر، کراچی: مکتبہ علم و عرفان، 2019، صفحہ 72

کے معیار کا پیمانہ بن گیا ہے۔ جدید فکری مباحث — جیسے مذہب و سائنس کا تعلق، خواتین کا کردار، بین المذاہب ہم آہنگی، نوجوانوں کے روحانی مسائل — پر اکثر خانقاہیں خاموش نظر آتی ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر عامر حسین لکھتے ہیں:

"تصوف اگر سچائی کی تلاش ہے، تو وہ ساکت نہیں ہو سکتا۔ سچائی متحرک ہوتی ہے، اور خانقاہی نظام کو اس سچائی کے ساتھ متحرک رہنا ہو گا۔"¹

ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی اس جمود کی نشاندہی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"خانقاہیں جب کتبِ صوفیہ کی تدریس اور علمی تحقیق سے دور ہو جائیں، تو وہ صرف ظاہری رسوم کا مرکز بن جاتی ہیں۔ تصوف صرف وجد یا حال نہیں بلکہ علم، عمل، اور تدبر کا امتزاج ہے۔"²

یہ فکری جمود نہ صرف نوجوان نسل کو تصوف سے دور کر رہا ہے بلکہ اسے ایک غیر مؤثر اور پس ماندہ نظام کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ اس کے برعکس، تصوف کی اصل روح ایک ایسے فکری نظام کی متقاضی ہے جو ہر دور کے علمی، سماجی، اور فلسفیانہ سوالات کا جواب فراہم کر سکے۔ موجودہ علمی زوال کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ خانقاہی نظام میں جدید تعلیم یافتہ صوفی شخصیات کی قلت ہے، اور جہاں موجود ہیں، وہ زیادہ تر اپنے دائرے تک محدود رہتی ہیں۔ اسی طرح خانقاہی حلقے جدید تعلیمی اداروں سے کٹ کر روایتی تعلیم تک محدود ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر مشتاق قریشی لکھتے ہیں:

"خانقاہی نظام اگر خود کو علمی جمود سے نہ نکالے، تو وہ روحانی تجدید کے قابل نہیں رہے گا، کیونکہ سچائی کا سفر علم سے شروع ہوتا ہے۔"³

یہ پہلو نہایت اہم ہے کیونکہ خانقاہی نظام اپنی بقا اور اثر پذیری اسی وقت برقرار رکھ سکتا ہے جب وہ روحانیت کے ساتھ ساتھ علمی افتق پر بھی زندہ و متحرک رہے۔

3. معاشرتی استحصال اور معاشی وابستگی

¹ عامر حسین، تصوف اور موجودہ دور کے سوالات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، 2021، صفحہ 148

² عنایت اللہ فیضی، خانقاہی نظام کا سماجی تناظر، پشاور: جامعہ پشاور، 2018، صفحہ 94

³ مشتاق قریشی، تصوف، سیاست اور سماج، لاہور: جامعہ اشرفیہ پبلی کیشنز، 2020، صفحہ 102

دورِ حاضر میں بعض خانقاہیں مالی مفادات کا مرکز بن چکی ہیں جہاں مریدین سے نذر، نیاز، اور دیگر مالی عطیات کی توقع کی جاتی ہے، جو اکثر جذباتی دباؤ کے تحت دی جاتی ہیں۔ خانقاہی نظام میں بعض پیرانِ کرام اور گدی نشینوں نے روحانی اقتدار کو مالی طاقت میں بدل دیا ہے۔ اس صورتحال میں عام مریدین نہ صرف مالی استحصال کا شکار ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات انہیں اپنی معاشی حالت سے قطع نظر مسلسل عطیات دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عنایت اللہ فیضی کے مطابق:

"خانقاہ کا اصل کردار سماجی خدمت اور فقر کی ترویج تھا، مگر جب خانقاہیں آمدنی کے ذرائع بن گئیں تو وہ عوام کی خدمت کے بجائے عوام پر بوجھ بن گئیں۔"¹

یہ رجحان نہ صرف تصوف کی اصل تعلیمات — یعنی قناعت، اخلاص، اور ایثار — کی نفی کرتا ہے بلکہ خانقاہی نظام پر عوام کا اعتماد بھی متزلزل کرتا ہے۔ بعض خانقاہوں نے باقاعدہ چندہ مہمات، نذر و نیاز کی باقاعدہ فہرستیں، اور مریدوں کی مالی درجہ بندی جیسی پالیسیوں کو اختیار کیا ہے۔ اس عمل نے روحانیت کے خالص تصور کو گدی نشینی، وراثتی اقتدار، اور مالیاتی استحکام سے بدل دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، بعض پیر حضرات مریدین کو اس قدر معاشی طور پر وابستہ کر لیتے ہیں کہ وہ آزادانہ فکری فیصلہ کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ بیعت کا رشتہ محض روحانی تربیت تک محدود نہیں رہتا بلکہ مالی انحصار اور سماجی غلامی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

اس مسئلے کے حل کے لیے درج ذیل اقدامات اہم ہیں:

- خانقاہی نظام کو مالی شفافیت کا پابند بنایا جائے۔
 - مریدین کی مالی خود مختاری اور سماجی آزادی کو یقینی بنایا جائے۔
 - خانقاہوں کو فلاحی مراکز کے طور پر فعال کیا جائے نہ کہ کاروباری ادارے کے طور پر۔
- اگر خانقاہی نظام کو عوامی اعتماد واپس حاصل کرنا ہے تو اسے مالی مفاد کے بجائے خدمت، ایثار، اور اصلاحِ باطن کی طرف لوٹنا ہوگا۔ بصورتِ دیگر یہ نظام روحانی تجدید کے بجائے معاشی وابستگی کا مرکز بن کر رہ جائے گا۔

¹ عنایت اللہ فیضی، خانقاہی نظام کا سماجی تناظر، 2018، صفحہ 94

4. ریاستی اور سیاسی مداخلت

برصغیر پاک و ہند میں خانقاہیں نہ صرف روحانی مراکز رہی ہیں بلکہ معاشرتی اور سیاسی اثر و رسوخ کا بھی مرکز رہی ہیں۔ تاہم، دورِ حاضر میں بعض خانقاہیں اپنی روحانی حیثیت سے ہٹ کر سیاسی مقاصد کے لیے استعمال ہو رہی ہیں۔ اس صورتحال میں پیر صاحبان یا گدی نشین حضرات کو انتخابی سیاست میں اثر و رسوخ رکھنے والے شخصیات کے طور پر دیکھا جانے لگا ہے۔ وہ سیاسی امیدواروں کو عوامی تائید فراہم کرتے ہیں، جلسوں میں شرکت کرتے ہیں، اور کبھی کبھی براہِ راست خود بھی انتخابی سیاست میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر مشتاق قریشی کے مطابق:

"جب دین کی نمائندگی کرنے والے سیاسی چالاک کی شکار ہو جائیں تو نہ دین باقی رہتا ہے، نہ سیاست باوقار۔"¹

ایسی خانقاہیں جو ریاستی سرپرستی یا انتخابی سیاست کا حصہ بن گئی ہیں، ان کے روحانی مشن میں مداخلت پیدا ہوئی ہے۔ روحانیت کا مرکز اب ووٹ بینک میں تبدیل ہو چکا ہے۔ پیر اور مرید کا رشتہ، جو تزکیہ نفس اور تربیت پر مبنی تھا، اب بعض اوقات محض سیاسی ہمدردی اور وفاداری پر منحصر ہو چکا ہے۔

بعض خانقاہوں کو ریاستی سرپرستی حاصل ہے — سرکاری تقریبات، سرکاری عطیات، اور مذہبی امور میں اثر و رسوخ کے بدلے میں ان سے سیاسی وابستگی کی توقع کی جاتی ہے۔ اس عمل نے نہ صرف ان کی روحانی غیر جانبداری کو متاثر کیا بلکہ عام عوام کے ذہن میں صوفیاء کی غیر دنیاوی حیثیت پر بھی سوال اٹھایا۔

مزید یہ کہ بعض گدی نشین حضرات مذہبی وابستگی کو سیاسی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے استعمال کرتے ہیں، جیسے فرقہ وارانہ ہمدردیوں کو فروغ دینا، مخصوص پارٹی یا طبقے کی حمایت میں بیانات دینا، یا مذہبی اجتماعات کو سیاسی جلسوں کی صورت دینا۔

اس تناظر میں اصلاحی تجاویز:

¹ مشتاق قریشی، تصوف، سیاست اور سماج، صفحہ 102۔

- خانقاہوں کو غیر سیاسی روحانی مراکز کے طور پر اپنی حیثیت برقرار رکھنی چاہیے۔
 - سیاست میں مداخلت کے بجائے خانقاہی نظام کو خدمتِ خلق، تعلیم، اور اخلاقی تربیت پر توجہ دینی چاہیے۔
 - عوام کو تعلیم دی جائے کہ روحانیت اور سیاست کا گٹھ جوڑان کی روحانی ترقی میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔
- اگر خانقاہی نظام نے اپنی غیر جانبدارانہ اور خالص روحانی حیثیت کو بحال نہ کیا، تو یہ نہ صرف اپنی معنویت کھو بیٹھے گا بلکہ دین کی روح کو بھی سیاسی کھیل کا ایندھن بنا دے گا۔

5. ڈیجیٹل دور کا چیلنج

اکیسویں صدی میں جہاں دنیا جدید ٹیکنالوجی، ڈیجیٹل مواصلات، اور فکری ترقی کی جانب گامزن ہے، وہیں خانقاہی نظام ان تبدیلیوں سے پوری طرح ہم آہنگ نہیں ہو پایا۔ جدید نسل انٹرنیٹ، سوشل میڈیا، یوٹیوب، پوڈکاسٹ، اور آن لائن علمی و روحانی مکالمے کے ذرائع سے جڑی ہوئی ہے۔ تاہم، خانقاہی مراکز اب بھی زیادہ تر روایتی طرزِ تبلیغ اور محدود حلقہ اثر تک محدود ہیں۔ صوفیاء کرام کا اصل پیغام دل کی تطہیر، معرفتِ الہی، اور خدمتِ خلق تھا، جو ہر دور میں جدید تقاضوں سے ہم آہنگ رہا۔ لیکن آج خانقاہی حلقوں میں سوشل میڈیا کے مؤثر اور مثبت استعمال کا فقدان ہے۔ اس خلا کو بعض غیر مستند، غیر تربیت یافتہ اور محض جذباتی عناصر نے پُر کرنے کی کوشش کی ہے، جو تصوف کو محض خواب، کرامات، اور غیر عقلی دعوؤں کی حد تک محدود کرتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

"ڈیجیٹل میڈیا نے تصوف کے پیغام کو عالمی سطح پر پہنچانے کا نادر موقع دیا ہے، مگر یہ کام صرف تربیت یافتہ علما اور صوفی شخصیات ہی بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ بصورتِ دیگر، یہ پلیٹ فارم باطن کے علم کو مسح کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔"¹

یوٹیوب اور فیس بک پر بعض افراد خانقاہی نظام یا صوفی شخصیات کے نام پر ویڈیوز بنا کر عوامی رجحانات کو استعمال کرتے ہیں، جن میں نہ کوئی علمی گہرائی ہوتی ہے، نہ تربیت کا عنصر۔ اس سے خانقاہی نظام کی عوامی شبیہ متاثر ہو رہی ہے اور نوجوان نسل ان پیغامات سے یا تو دور ہو رہی ہے یا انحراف کی راہ پر گامزن ہو رہی ہے۔ مزید برآں، جدید فکری سوالات جیسے: روحانیت اور ذہنی صحت کا تعلق، مذہب اور سائنس کی ترقی، اور اخلاقی تربیت کے جدید ذرائع،

¹ نعیم صدیقی، روحانیت اور ڈیجیٹل دور کے تقاضے، کراچی: ادارہ معارفِ اسلامی، 2022ء، صفحہ 77

خانقاہی نظام کے رسمی حلقوں میں شاذ ہی زیر بحث آتے ہیں۔ یہ علمی خلائو جوانوں کو متبادل ذرائع، بعض اوقات گمراہ کن نظریات، کی طرف راغب کرتا ہے۔

تجاویز:

- خانقاہوں کو باقاعدہ ڈیجیٹل میڈیا سیل قائم کر کے معتبر صوفیاء اور اہل علم کے ذریعے سوشل میڈیا پر مؤثر علمی و روحانی مواد فراہم کرنا چاہیے۔
- نوجوان نسل کے سوالات کو سنجیدگی سے لینا اور ان کے لیے مکالماتی فورمز اور تربیتی ورکشاپس ترتیب دینا ضروری ہے۔
- خانقاہی نظام کو اپنی روحانی میراث کو جدید پیرائے میں منتقل کرنے کے لیے تربیت یافتہ مبلغین، اسکالرز، اور سوشل میڈیا ایکٹیویسٹس کی رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔
- اگر خانقاہی نظام نے ڈیجیٹل دنیا میں مؤثر انداز میں اپنی موجودگی درج نہ کرائی، تو یہ پیغام جدید نسل سے کٹ کر صرف ماضی کی ایک خوبصورت مگر فراموش کردہ روایت بن کر رہ جائے گا۔

6. حل کی راہ: اصلاح یا انحراف؟

خانقاہی نظام اس وقت ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑا ہے۔ ایک طرف وہ اپنی قرونِ اولیٰ کی روحانی میراث، علمی جدوجہد، اور عوامی خدمت کی روایات رکھتا ہے، اور دوسری طرف وہ موجودہ انحرافی مظاہر، مادی وابستگیوں، اور رسمی مظاہر میں الجھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس نکتہ پر اہم سوال یہ ہے کہ کیا خانقاہی نظام اپنی اصلاح کی طرف پلٹ سکتا ہے، یا وہ صرف ایک ثقافتی باقیات کے طور پر باقی رہ جائے گا؟ ڈاکٹر احمد رفعت اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں:

"اصلاح اسی وقت ممکن ہے جب خانقاہیں خود احتسابی، تجدید نیت، اور روحانی احیاء کے اصولوں پر کھڑی ہوں۔ اگر یہ نظام اپنی اصل روح کو سمجھ کر اسے اپنانے کی کوشش کرے، تو وہ آج بھی معاشرے میں اصلاح کا مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔"¹

¹ احمد رفعت، تجدید تصوف کی تحریک، لاہور: ادارہ افکار اسلامی، 2019، صفحہ 121

موجودہ منظر نامہ میں تین بنیادی راستے ممکن ہیں:

1. اصلاح کی راہ: خانقاہی قیادت اپنی روش پر نظر ثانی کرے، دینی، سماجی اور فکری اصلاح کو مقصد بنائے، اور نوجوان نسل سے مکالمہ شروع کرے۔ تعلیم، تزکیہ، اور فکری روشنی کے مراکز کے طور پر دوبارہ ابھرے۔
2. جمود اور بقا کی راہ: کچھ خانقاہیں شاید روایت پرستی اور وضع داری کے سائے میں باقی رہیں، مگر وہ مؤثر سماجی تبدیلی یا فکری پیش رفت میں ناکام رہیں گی۔ یہ خانقاہیں فقط تقریبات اور ظاہری مظاہر تک محدود رہ جائیں گی۔

3. انحراف کی راہ: اگر خانقاہیں صرف مالی مفادات، سیاسی رسوخ، یا عوامی جذبات کے استحصال کا ذریعہ بنیں تو وہ دین کے بنیادی اصولوں سے دور ہو جائیں گی۔ اس راہ کا انجام زوال اور عوامی بے اعتمادی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

خانقاہی نظام کے پاس آج بھی عوام کے دلوں تک رسائی ہے، اور اگر یہ نظام اپنے مقام کو سمجھتے ہوئے دین، فکر، اور روحانیت کے ان ستونوں پر کھڑا ہو جائے جن پر اس کی بنیاد رکھی گئی تھی، تو وہ نہ صرف اصلاحِ معاشرہ میں کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے، بلکہ نئی نسل کو ایک فکری، روحانی، اور اخلاقی راستہ بھی فراہم کر سکتا ہے۔

اصلاحی تجاویز:

- صوفیاء کی اصل تعلیمات (محبت، فقر، سچائی، خدمت) کو بحال کیا جائے۔
- خانقاہوں کو علمی مکالمے اور روحانی تربیت کا مرکز بنایا جائے۔
- رسم پرستی، مالی استحصال، اور بدعات سے گریز ہو۔
- ریاستی مداخلت سے آزاد خانقاہی کردار کو فروغ دیا جائے۔
- نوجوان نسل کو جدید ذرائع سے مستفید کرنے کی منصوبہ بندی ہو۔

خلاصہ:

یہ فصل برصغیر، بالخصوص پنجاب میں رائج خانقاہی نظام کا تنقیدی تجزیہ پیش کرتی ہے، جس میں اس نظام کے روحانی، سماجی، اور فکری پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ صوفیاء کی خانقاہیں ابتدائی طور پر تزکیہ نفس، روحانی تربیت، اور اخلاقی اصلاح کے مراکز تھیں، جنہوں نے امت مسلمہ میں اتحاد، خدمتِ خلق، اور باہمی محبت کو فروغ دیا۔ تاہم، وقت کے ساتھ ساتھ ان میں افراط و تفریط کے مختلف رجحانات نے جنم لیا، جن میں خاص طور پر رسم پرستی، مالی مفادات کی دوڑ، اور بدعات کا غلبہ شامل ہے۔

فصل کے آغاز میں خواتین زائرین کی شرکت اور اس سے وابستہ ثقافتی و شرعی حدود کا جائزہ لیا گیا ہے، جس میں واضح کیا گیا کہ اگرچہ ابتدائی دور میں خواتین کو روحانی تربیت میں شرکت کی اجازت تھی، لیکن رفتہ رفتہ ان کی شرکت غیر شرعی رسومات یا رسمی زیارتوں تک محدود ہو کر رہ گئی۔

فصل کا دوسرا حصہ خانقاہی نظام کے مثبت پہلوؤں جیسے روحانیت، اتحاد، اور اخلاقیات پر روشنی ڈالتا ہے۔ یہاں صوفیاء کی علمی میراث، روحانی تسلسل، اور تزکیہ نفس جیسے پہلوؤں کو مفصل اور مدلل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

تیسرے حصے میں منفی پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے، جیسے:

- رسم پرستی کا غلبہ اور خرچہ و نیاز کی رسمی رسوم،
- مریدین کا مالی استحصال اور خانقاہوں کی آمدنی پر انحصار،
- ریاستی و سیاسی مداخلت، جس سے روحانیت کا وقار متاثر ہوتا ہے،
- اور ڈیجیٹل دور میں خانقاہی نظام کی فکری کمزوری و عدم مطابقت۔

اختتامی حصے میں "اصلاح یا انحراف" کے سوال کو موضوع بحث بنایا گیا ہے، جس میں یہ واضح کیا گیا کہ موجودہ خانقاہی نظام ایک اہم موڑ پر کھڑا ہے۔ اگر خانقاہیں خود احتسابی، علمی اجتہاد، اور فکری فعالیت کے راستے کو اپنائیں تو وہ اصلاح کا مؤثر ذریعہ بن سکتی ہیں۔ بصورت دیگر، وہ محض ثقافتی باقیات یا مفاداتی مراکز میں بدل جائیں گی، جو نہ دین کی خدمت کر سکیں گی اور نہ قوم کی رہنمائی۔

یہ فصل علمی و تحقیقی معیار کے مطابق حوالہ جات کے ساتھ مرتب کی گئی ہے، اور موجودہ خانقاہی نظام کے احیاء کے لیے اصلاحی تجاویز بھی فراہم کرتی ہے۔

خلاصہ باب:

1. خانقاہوں نے پنجاب کے ادب، شاعری، موسیقی، اور میلوں ٹھیلوں کو روحانی رنگ دے کر ثقافت کا حصہ بنایا۔
2. صوفیاء کی تعلیمات نے سماجی ہم آہنگی، محبت، اور انسانی مساوات کو فروغ دیا۔
3. خانقاہوں نے عوامی سطح پر زبان و ثقافت کے تحفظ اور مذہبی رواداری میں نمایاں کردار ادا کیا۔
4. تاہم، وقت کے ساتھ ساتھ بعض خانقاہوں میں تجارتی میلانات اور موروٹی نظام جیسے منفی پہلو بھی ابھرے، جنہیں اصلاحی نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

نتائج بحث

1- فکری سطح پر:

- تصوف نے پنجاب کے فکری ماحول کو برداشت، رواداری اور انسان دوستی کی اقدار سے مزین کیا۔
- صوفیاء نے مذہبی تفریق کے بجائے وحدتِ انسانیت پر زور دیا، جس سے فکری وسعت اور فہمِ دین میں اعتدال پیدا ہوا۔
- خانقاہوں نے عوامی سطح پر دین کی سادہ اور عملی تعبیر پیش کی، جو پیچیدہ فلسفیانہ مباحث سے زیادہ عام فہم تھی۔

2- سماجی سطح پر:

- خانقاہی نظام نے معاشرتی ہم آہنگی، اخوت، اور طبقاتی مساوات کے فروغ میں مرکزی کردار ادا کیا۔
- لنگر، تعلیم، اور عوامی خدمت کے ذریعے خانقاہیں فلاحی مراکز کے طور پر ابھریں۔
- خواتین، غریب طبقے اور مسافروں کو خانقاہوں نے سماجی تحفظ اور عزتِ نفس کا احساس دیا۔

3- ثقافتی سطح پر:

- صوفیاء کی تعلیمات نے پنجابی زبان، شاعری، اور فنِ موسیقی کو نئی روح عطا کی۔
 - قوالی، لوک شاعری، اور میلوں کی روایات نے روحانیت اور ثقافت کے درمیان مضبوط ربط پیدا کیا۔
 - خانقاہی اثرات نے فنِ تعمیر، خطاطی، اور میلاد و عرس کی روایات میں ایک منفرد اسلامی رنگ پیدا کیا۔
- اس تحقیق میں بنیادی طور پر معیاری اور مکتوبی ماخذات سے مدد لی گئی ہے۔ چونکہ یہ سروے یا انٹرویو پر مبنی مطالعہ نہیں تھا، اس لیے میدانی مشاہدہ شامل نہیں کیا گیا۔ تاہم یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر داتا دربار، پاک پتن، ملتان اور جھنگ کی خانقاہوں کے حوالے سے میدانی مشاہدے یا براہِ راست مطالعات کو شامل کیا جاتا تو تحقیق مزید مضبوط اور جامع ہو سکتی

تھی۔ مستقبل میں اس موضوع پر کام کرنے والے محققین کے لیے یہ پہلو قابل توجہ ہے کہ وہ خانقاہی فضا، رسوم اور زائرین کے رویوں کا میدانی مطالعہ شامل کریں تاکہ تصوف کے ثقافتی اثرات کو عملی بنیادوں پر بھی سمجھا جاسکے۔

سفرات

1. خواتین اور خانقاہی روحانیت

پنجاب میں خواتین کی خانقاہی شرکت، ان کے روحانی تجربات اور سماجی کردار پر جامع اور سنجیدہ تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ صنفی جہت واضح ہو سکے۔

2. خانقاہی نظام اور تعلیمی اصلاح

صوفی خانقاہوں کے تعلیمی کردار، ماضی و حال کے تعلیمی ماڈلز، اور عصری نصاب سازی میں خانقاہی فکر کے انضمام پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

3. روحانیت بمقابلہ رسم پرستی — معاشرتی تجزیہ

پنجاب میں رسم پرستی کے فروغ اور خانقاہی نظام کے روحانی جوہر کے زوال پر سوشالوجیکل زاویے سے تحقیق کی ضرورت ہے۔

4. خانقاہی نظام کاریاسی و سیاسی استعمال

صوفی خانقاہوں کے ریاستی روابط، انتخابی کردار، اور مذہبی سیاست میں شمولیت کے اثرات پر تحقیقی جائزے کی ضرورت ہے۔

5. بین المذاہب ہم آہنگی میں خانقاہی کردار

صوفی روایت کی رواداری پر مبنی فکر کو معاصر معاشرتی انتشار میں کیسے فعال کیا جاسکتا ہے — اس پر تحقیق کی ضرورت ہے۔

6. صوفی اخلاقیات اور ماحولیاتی شعور

صوفیانہ تعلیمات کے ماحولیاتی پہلو — مثلاً فطرت سے ہم آہنگی، درختوں اور پانی کے احترام — پر تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی ماحولیاتی فکر فروغ پائے۔

7. علاقائی تقابلی مطالعہ: پنجاب و دیگر خطے

پنجاب، سندھ، بنگال اور خیبر پختونخوا میں موجود خانقاہی نظاموں کے فکری، روحانی اور سماجی فرق و اشتراکات پر تقابلی تحقیق کی ضرورت ہے۔

فهرست قرآنی آیات

آیت	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ	الفاتحه	۵	۳۸
وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ----	المائدہ	۴۸	۴۹
إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا	المائدہ	۵۵	۴۷
أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ	یونس	۶۲	۴۳
الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ----	الرعد	۲۸	۷۵
لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ----	الانبياء	۱۰۳	۴۹
فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ	محمد	۱۹	۵۲
يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ دَكْرٍ وَأُنْثَى----	الحجرات	۱۳	۲
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ	الذاريات	۵۶	۶۷
قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا	الشمس	۹	۱۱۴

فہرست احادیث

صفحہ نمبر	کتاب	احادیث
۴۳	مسند احمد	إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ
۷۵	سنن ابی داؤد	انظروا إلى عبدي هذا يُؤْذَنُ وَيَقِيمُ للصلاة----

مصادر ومراجع

القرآن الکریم

عربی مصادر

- i. ابن تیمیہ، شہادت التصوف، بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۵
- ii. ابن خزمہ، التوحید، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۳
- iii. ابن عربی، فصوص الحکم، بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۱
- iv. ابن عطاء اللہ سکندری، الحکم، بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۹
- v. ابن قیم الجوزیہ، مدارج السالکین، بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۱
- vi. ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۰
- vii. امام طحاوی، العقیدہ الطحاویہ، بیروت: دار الکتب العربیہ، ۱۹۹۹
- viii. امام غزالی، احیاء العلوم، بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۰
- ix. امام قشیری، کتاب اللطائف، بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۸

اردو مصادر

- i. احمد، ذیشان "پنجاب کی علاقائی روایات"، اسلام آباد: پاکستان ریسرچ کونسل، ۲۰۱۹
- ii. احمد، فہیم، "برصغیر میں صوفی تعلیمات"، کراچی: نیشنل بکس، ۲۰۲۱
- iii. امیر خسرو، محی الطبع، دہلی: مکتبہ امیر خسرو، ۱۳۱۰ھ
- iv. بٹ، سلیمان، "پنجابی ثقافت کی جھلکیاں"، کراچی: نیشنل بکس، ۲۰۲۰
- v. بلھے شاہ، کلیات بلھے شاہ، مرتبہ سید یوسف علی، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۰۴
- vi. پروفیسر محمد سہیل، برصغیر میں صوفی تحریک، کراچی: دار الفکر، ۲۰۰۴
- vii. ترین، شیر علی۔ پنجاب میں صوفی تحریک اور معاشرتی ہم آہنگی، لاہور: بزم صوفیاء، ۲۰۱۰

- viii. چوہدری، فہد "پنجابی لوک موسیقی"، لاہور: نغمہ پبلیکیشنز، ۲۰۲۱
- ix. حسینی، عارف، "صوفی تعلیمات اور خانقاہی نظام"، کراچی: الفتح پبلیکیشنز، ۲۰۱۹
- x. حسینی، عبدالقادر، "تصوف اور برصغیر کی خانقاہیں"، لاہور: اسلامی ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ۲۰۲۰
- xi. حضرت امیر خسرو، تذکرہ خسرو۔ رامپور رضالا بحیریری، رام پور، ۲۰۰۱
- xii. حمید اللہ، ڈاکٹر۔ تصوف اور رواداری، کراچی: دار النور، ۲۰۰۳
- xiii. حیدر، یاسر، "سندھ کی صوفی خانقاہیں"، کراچی: الفتح پبلیکیشنز، ۲۰۲۱
- xiv. خان، سلیمان "داتا گنج بخش: حیات و تعلیمات"، لاہور: الفتح پبلیکیشنز، ۲۰۱۹
- xv. خرم علی شفیق، روحانیت اور سچائی کی تلاش، لاہور: بزم فکر نو، ۲۰۲۰
- xvi. داتا گنج بخش، کشف المحجوب، مکتبہ قادریہ لاہور، ۱۹۹۸
- xvii. ڈاکٹر برکت احمد، خانقاہی نظام اور اس کی تاریخ، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۳
- xviii. ڈاکٹر برکت احمد، خانقاہی نظام اور اس کی تاریخ، لاہور: مکتبہ اسلامی، ۲۰۰۲
- xix. ڈاکٹر طاہر القادری، التصوف فی الاسلام، لاہور: دار الفکر، ۲۰۰۱
- xx. رشید، ذیشان، "برصغیر کی خانقاہیں"، اسلام آباد: پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۲۰۲۲
- xxi. رشیدی، اکبر، "پاکپتن کی صوفی روایت"، اسلام آباد: پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۲۰۲۱
- xxii. رشیدی، اکبر، "خانقاہوں کی تاریخی اہمیت"، اسلام آباد: پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۲۰۲۰
- xxiii. رشیدی، اکرم، "ملتان کی عظیم خانقاہیں"، اسلام آباد: پاکستان ریسرچ سینٹر، ۲۰۱۹
- xxiv. سہیل، محمد۔ برصغیر میں صوفی تحریک، لاہور: جامعہ پنجاب، ۲۰۰۵
- xxv. شازیہ، ارم۔ ثقافتی رواداری اور خانقاہی نظام، مجلہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، جلد 9، شمارہ 2، ۲۰۱۹
- xxvi. شاہ حسین، کافیاں شاہ حسین، لاہور: پنجابی ادبی بورڈ، ۱۹۹۵
- xxvii. شاہ، وارث۔ ہیر وارث شاہ، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۳
- xxviii. شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حیات الاولیاء، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۰۰
- xxix. عالم، محمد "پنجاب کا تہذیبی ورثہ"، لاہور: الفتح پبلیکیشنز، ۲۰۱۸

- .xxx عامر حسین، تصوف اور موجودہ دور کے سوالات، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۲۱
- .xxxix عباسی، زاہد "تصوف اور صوفی خانقاہیں"، لاہور: صوفی ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۰
- .xxxixi عباسی، یاسر، "برصغیر میں اسلامی فن تعمیر"، لاہور: تصوف ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۲
- .xxxixii عباسی، یاسر، "برصغیر میں صوفی فن تعمیر"، لاہور: تصوف ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۲
- .xxxixiii عنایت اللہ فیضی، خانقاہی نظام کا سماجی تناظر، پشاور: جامعہ پشاور، ۲۰۱۸
- .xxxixiv غلام رسول مہر، تاریخ تصوف، لاہور: مطبوعات مہر، ۱۹۶۵
- .xxxixv فاروقی، شاہد، "تصوف، روحانی مراکز اور خانقاہی روایات"، ملتان: اسلامی ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ۲۰۲۰
- .xxxixvi فاروقی، شاہد، "برصغیر میں صوفی تعلیمات"، ملتان: اسلامی ریسرچ انسٹیٹیوٹ، ۲۰۲۰
- .xxxixvii فرید الدین قریشی، تصوف کی روح اور عصر حاضر، کراچی: مکتبہ علم و عرفان، ۲۰۱۹
- .xxxixviii فرید، خواجہ غلام۔ دیوان فرید، ملتان: ادارہ فروغ ادب، ۱۹۹۸
- .xl فریدی، جمیل، "تصوف اور فلاحي خدمات"، لاہور: نیشنل بکس، ۲۰۲۲
- .xli قریشی، سجاد "پنجابی زبان اور ادب کی تاریخ"، کراچی: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۱۹
- .xlii قریشی، نعیم، "برصغیر میں اسلامی تصوف"، لاہور: الفتح پبلیکیشنز، ۲۰۲۱
- .xliiii قشیری، ابوالقاسم، الرسالة القشیریہ (اردو ترجمہ)، کراچی: مکتبہ دارالعلوم، ۲۰۱۲
- .xliv کاظمی، زبیر، "برصغیر کی عظیم خانقاہیں"، لاہور: تصوف ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۱
- .xlv محمد تقی عثمانی، اصلاح نفس اور روحانیت، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۱۵
- .xlvi محمد سہیل، برصغیر میں صوفی تحریک، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۰
- .xlvii محمود، ذیشان "پنجاب کے صوفی شعرا"، لاہور: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۲۱
- .xlviii مسعود، خالد، تصوف اور جدیدیت، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ۲۰۱۵
- .xlix مشتاق قریشی، تصوف، سیاست اور سماج، لاہور: جامعہ اشرفیہ پبلی کیشنز، ۲۰۲۰
- .1 مفتی محمد تقی عثمانی، اسلام اور عورت، کراچی: مکتبہ دارالعلوم، ۲۰۰۱
- .li مولانا اشرف علی تھانوی، افراط و تفریط کا علاج، دیوبند: دارالعلوم، ۲۰۰۱
- .lii مولانا جلال الدین رومی، مثنوی معنوی، بیروت: دارالفکر، ۲۰۰۰

- .liii مولانا یوسف لدھیانوی، سماع اور شریعت لاہور: مکتبہ اسلامی، ۲۰۰۳
- .liv ندوی، عبدالحفیظ "صوفی روایت اور درگاہی ثقافت"، لاہور: ادبیات پبلیکیشنز، ۲۰۲۰
- .lv ندوی، عبدالحکیم، "خانقاہی نظام اور روحانی تربیت"، کراچی: نیشنل بکس، ۲۰۲۰
- .lvi ندوی، عبدالحکیم، "چشتیہ سلسلے کی خانقاہیں"، کراچی: نیشنل بکس، ۲۰۱۹
- .lvii نعیم صدیقی، روحانیت اور ڈیجیٹل دور کے تقاضے، کراچی: ادارہ معارف اسلامی، ۲۰۲۲

English:

1. Abdul Wahab Jan al-Azhari – Islamic Mysticism and Orientalists' Views (2019)
2. Trimingham, J. Spencer. The Sufi Orders in Islam. Oxford University Press, 1998.
3. Ernst, Carl W. Sufism: An Introduction to the Mystical Tradition of Islam. Shambhala Publications, 2011.
4. Schimmel, Annemarie. Mystical Dimensions of Islam. University of North Carolina Press, 2011 (Reprint Edition).
5. Eaton, Richard M. The Rise of Islam and the Bengal Frontier, 1204–1760 University of California Press, 1993.
6. 1. Asim Iqbal, Ph.D. Scholar, Department of Islamic Studies, NUML, Islamabad, Pakistan, Saiqa Gulnaz, M.Phil. Scholar, Department of Islamic Studies. NUML, Islamabad, Pakistan.
7. "Role and Impacts of Ṣūfī Convents (Khānqā'ī System) Towards Social Reformation: A Critical Review"

International Research Journal on Islamic Studies Vol. No.
2, Issue No. 1 (July 1, 2020) Pages (40–57)